محاکمہ عطائیہ کا منصفانہ جائزہ

تصنیف لطیف
شیخ الحدیث والتفسیر
مفتی نذیر احمد سیالوی
دامت برکاتہم العالیہ

جامعہ محمدیہ معینیہ
جڑانوالہ روڈ فیصل آباد سٹی
041-8544971

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (القرآن)

محاکمہ عطائیہ کا منصفانہ جائزہ

﴿ تصنیف ﴾

شیخ الحدیث والتفسیر علامہ مفتی نذیر احمد سیالوی دامت برکاتہم العالیہ

جامعہ محمدیہ معینیہ

جڑانوالہ روڈ فیصل آباد سٹی

نام مقالہ .... محاکمہ عطائیہ کا منصفانہ جائزہ

ازقلم .... علامہ مفتی نذیر احمد سیالوی دامت برکاتہم العالیہ

کمپوزنگ .... حضرت مولانا ریاض احمد سعیدی زید مجدہ

ناشر .... جامعہ محمدیہ معینیہ

سنہ طباعت جون2013

تعداد .... گیارہ سو

صفحات ۱۰۴

ملنے کے پتے

جامعہ محمدیہ معینیہ

۲۱۴ رب شرقی، عمر ٹاؤن، جڑانوالہ روڈ، فیصل آباد سٹی۔ فون نمبر 041.854497

مکتبہ نوریہ رضویہ بغدادی مسجد، گلبرگ۔ فیصل آباد

مکتبہ نوریہ رضویہ، نزد حضرت داتا دربار لاہور

مکتبہ قادریہ، نزد حضرت داتا دربار لاہور

اہل السنہ پبلی کیشنز، دینہ۔ ضلع جہلم

0333.8377392.....03008092933.....0301.7035947

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہدیہ عقیدت

ببارگاہ سید الانبیاء والمرسلین محبوب رب العالمین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ
علیہ التحیۃ والثناء وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم

بتوسل حجۃ الواصلین برھان الکاملین شمس العارفین
حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی قدس سرہ العزیز

و سیدی و سندی و شیخی شیخ الاسلام والمسلمین
حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی قدس سرہ العزیز

بامید شفاعت روز جزا

ع گر قبول افتد زہے عز و شرف

فقیر نذیر احمد سیالوی عفی اللہ عنہ

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین

وعلی الہ واصحابہ اجمعین

اما بعد ! فقال اللہ تعالیٰ:

﴿اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا ۙ وَ اِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ ......﴾ [النساء ٤:٥٨]

وقال اللہ تعالیٰ:

﴿......فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا﴾ [النساء ٤:٥٩]

اتحاد واتفاق کے لئے ہر پُرخلوص اقدام کا خیر مقدم

ایک فاضل محقق نے تحقیقات کے جواب میں لکھی جانے والی فقیر کی کتاب ''نبوت المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور عقیدۂ جمہور اکابر علمائے امت مع تحقیقات اپنے مندرجات کے آئینہ میں'' اور تحقیقات کے مابین محاکمہ عطائیہ کے نام سے ایک محاکمہ تحریر کیا ہے، جسے مسئلہ نبوت کا فقید المثال تحقیقی حل قرار دیا ہے۔

مصنف کا نام بمع القاب یوں درج ہے: شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا ابو الفیض مفتی محمد فضل الرحمن چشتی بندیالوی۔

اور مصنف علام نے ابتدائی کلام میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ:

بندہ یہاں نہ کسی کی دھڑ کرنا چاہتا ہے اور نہ کسی پر تنقید بلکہ بندہ کا مقصد بتوفیق الٰہی یہ ہے کہ اصل مدعیٰ کو ایسا متعین اور روشن کرے کہ جانبین سے اختلاف اُٹھ جائے اور اتحاد و اتفاق پیدا ہو جائے۔ (محاکمہ عطائیہ ص ۴)

اور محاکمہ کے آخر میں رقمطراز ہیں کہ:

بندہ کا مقصود مسئلہ کو سلجھانا تھا لہٰذا علماء کرام ومشائخ عظام سے امید کرتا ہے کہ وہ محاکمہ عطائیہ کو شرف قبولیت بخشیں گے۔

اتفاق واتحاد کا مظاہرہ فرماتے ہوئے قوم کو ایک بڑے افتراق وانتشار سے بچالیں گے۔ (محاکمہ عطائیہ ص ۱۶)

فقیر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ اتفاق واتحاد واقعی بہت ضروری ہے اور افتراق وانتشار میں بڑی قباحتیں ہیں۔ اور اتحاد اہل سنت کے لئے کی جانے والی خلوص پر مبنی ہر کوشش قابل صد تحسین ہے لیکن اسی حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ اتفاق واتحاد صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ سبھی اخلاص وللّٰہیت کا مظاہرہ کریں اور صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول گرامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضا اور خوشنودی سب کا مطمع نظر ہو اور قبول حق میں کسی چیز کی پرواہ نہ کریں، صرف عنداللہ تعالیٰ عزت کے طلبگار ہوں۔

اور اتحاد واتفاق کے تقاضے پورے کرنے والے ہر اقدام کا فقیر خیر مقدم کرتا ہے لیکن جہاں تک محاکمہ عطائیہ کا تعلق ہے تو اس پر نظر ثانی کی اشد ضرورت ہے کیونکہ متعدد وجوہ سے اصلاح طلب ہے۔

اگر فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فقیر کی معروضات کو بنظر انصاف ملاحظہ کرنے کے بعد واقعی اصلاح طلب ثابت ہونے کی صورت میں اصلاح کر کے دوبارہ محاکمہ تحریر کر دیا

جائے تو بڑی امید ہے کہ وہ اتحاد و اتفاق کی راہ ہموار کرنے میں نہایت مفید اور معاون ثابت ہوگا۔ اللھم ارنا الحق حقًا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه۔

محاکمہ عطائیہ کا خلاصہ:

تحقیقات کو سمجھا ہی نہیں گیا اگر سمجھ لیا جاتا تو اس کے خلاف لکھنے کی جسارت نہ کی جاتی۔ دونوں کتابوں کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوا کہ اصل مدعیٰ بوجہ عجلت اور عدم تعیین کے پوشیدہ ہو گیا ہے اور در حقیقت اختلاف لفظی ہے۔

وہ اس طرح کہ صاحب تحقیقات نے وقت ولادت سے چالیس سال تک بالفعل نبوت ظاہرہ کی نفی کی ہے اور فریق ثانی نے عرصہ مذکور میں نبوت باطنہ کا ثابت و متحقق اور موجود ہونا، دلائل سے ثابت کیا ہے۔

جبکہ صاحب تحقیقات بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ روحانی اور باطنی نبوت اس عرصہ میں موجود تھی کیونکہ وہ عالم ارواح والی نبوت کے سلب وزوال کے قائل نہیں ہیں اس کے بارے میں ان کی صریح اور روشن نص موجود ہے۔ لہذا اختلاف لفظی ہے۔ صاحب تحقیقات کہتے ہیں عرصہ مذکور میں نبوت بالفعل نہ تھی۔ یعنی اس کے آثار ظاہر نہ تھے اور فریق ثانی کہتا ہے نبوت بالفعل تھی یعنی روحانی اور باطنی نبوت ثابت و متحقق اور موجود تھی۔ تو فریق اول کے نزدیک بالفعل کا اور معنی مراد ہے اور فریق ثانی کے نزدیک اور معنی ہے تو ثابت ہوا کہ اختلاف لفظی ہے اگر ہر فریق دوسرے کی مراد پر مطلع ہو جائے تو خاموش ہو جائے گا۔

اور صاحب تحقیقات کے جملہ دلائل و تائیدات اس عرصہ میں نبوت ظاہرہ کی نفی پر ہیں

بابت صاحب محاکمہ نے فرمایا ہے کہ ان میں فقط نبوت ظاہرہ کی نفی ہے کیونکہ نبوت باطنہ کے اثبات میں صاحب تحقیقات کی صریح اور روشن نص موجود ہے۔

چنانچہ فاضل محقق رقمطراز ہیں:

بندہ نے اس مسئلہ کی چند تصانیف منگوائیں اور مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ اصل مدعی بوجہ عجلت اور عدم تعیین کے پوشیدہ ہو گیا ہے۔ (محاکمہ عطائیہ ص ۴)

خلاصہ مسئلہ متنازعہ یہ ہوا کہ فریق اول کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وقت ولادت سے بالفعل نبی نہیں تھے اور فریق ثانی کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم وقت ولادت سے بالفعل نبی تھے اور تین باتوں پر فریقین کا اتفاق ہے ایک یہ کہ عالم ارواح میں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بالفعل نبی تھے دوسری یہ کہ چالیس سال بعد بالفعل نبی ہیں جس کا ماننا ایمان اور انکار کفر ہے تیسری بات یہ کہ نبوت کے جو آثار اور احکام چالیس سال بعد ہیں وہ احکام و آثار چالیس سال قبل نہیں ہیں۔ بندہ کہتا ہے کہ مسئلہ متنازعہ کا موضوع تو ایک ہے لیکن محمول ایک نہیں ہے لہٰذا بظاہر اختلاف ایجاب وسلب کا ہے لیکن فی الحقیقت موجبہ اور سالبہ ہر دو صادق ہیں اور اختلاف لفظی ہے (محاکمہ عطائیہ ص ۶)

صاحب تحقیقات کے جملہ دلائل اور تائیدات اس عرصہ خاص میں نفی نبوت ظاہرہ پر ہیں لہٰذا ان الفاظ میں لفظ صرف سے مستفاد نفی، نبوت ظاہرہ اور اعتبار جسمانی کی طرف راجع کریں (محاکمہ عطائیہ ص ۱۱۔۱۲)

بندہ نے ماقبل تصریح کی ہے کہ صاحب تحقیقات نے جتنے دلائل دیئے ہیں وہ اس پر ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم وقت ولادت سے لوگوں کے نزدیک نبی ظاہر نہیں تھے اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت اس عرصہ خاص میں لوگوں پر ظاہر نہیں تھی۔ ان

دلیلوں سے نبوت باطنی کی نفی نہیں ہے باوجود اس کے انہوں نے اپنی کتاب میں تصریح کی ہے کہ عالم ارواح والی نبوت سلب نہیں ہوئی تھی اور عرصہ خاص میں نبوت باطنی تھی ۔ (محاکمہ عطائیہ ص ۱۴۔۱۵)

خلاصہ تحریر یہ ہوا کہ فریق اول یعنی حضرت علامہ مولانا محمد اشرف صاحب سیالوی دامت برکاتہم العالیہ جتنے دلائل دیتے ہیں ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس عرصہ خاص میں نبوت ظاہرہ عندالناس نہیں تھی اس کو فریق ثانی بھی مانتا ہے اور فریق ثانی نے جو دلائل دیے ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت باطنہ کو ثابت کرتے ہیں اور فریق اول بھی اس عرصہ خاص میں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت باطنہ کو مانتا ہے۔ (محاکمہ عطائیہ ص ۱۵۔۱۶)

محاکمہ عطائیہ کی اساس اور بنیاد

محاکمہ مذکورہ کہ: دونوں کتابوں میں اختلاف لفظی ہے اور بوجہ عجلت اصل مدعی فقیر سے پوشیدہ ہوگیا ہے جسے فاضل محقق صاحب محاکمہ نے متعین اور روشن کیا ہے اس محاکمہ کی ساری عمارت تین امور پر قائم کی گئی ہے۔

(۱) دونوں کتابوں سے فریقین کے اصل مدعیٰ کا بیان

(۲) عالم ارواح والی نبوت کے سلب نہ ہونے کے بارے میں صاحب تحقیقات کی صاف روشن نص۔

(۳) ایک تمہیدی مقدمہ جو صاحب محاکمہ نے اپنی تحقیق سے سخاوت فرمایا ہے۔

چنانچہ فاضل محقق رقمطراز ہیں کہ:

فریق اول کا مدعیٰ تحقیقات کے ص ۵۹ کی عبارت سے لیتا ہوں (عالم ارواح میں آپ بالفعل نبی تھے ارواح انبیاء اور ملائکہ آپ سے استفادہ اور استفاضہ کرتے تھے اور جب

آپ کی روح اقدس کو لباسِ بشری پہنایا گیا اور مادی وجسمانی مخلوق کے لئے نبی بنایا گیا تو بالفعل نبوت چالیس سال کے بعد سونپی گئی) یہ عبارت منقولہ مستلزم ہے اس قول کو کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم وقتِ ولادت سے چالیس سال تک بالفعل نبی نہیں تھے۔ پھر اسی کتاب کے ص ۱۸۶ پر دعویٰ اصل بطریق نتیجہ مذکور ہے۔ (محاکمہ عطائیہ ص ۵)

اور فقیر راقم الحروف کا مدعیٰ ''نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم الخ'' کے ص ۳۰ سے نقل کیا ہے کہ:

رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے اور آپ کی روح پاک اور حقیقت منورہ کو عالم ارواح میں جس نبوت سے نوازا گیا، تو جیسے عالم ارواح میں اس نبوت سے بالفعل موصوف ومتصف تھی ویسے ہی جسم اطہر میں نفخ کے وقت اور اس کے بعد کے زمانہ میں بھی ابدالآباد تک بدستور موصوف ومتصف تھی اور رہے گی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم اجسام میں جلوہ گر ہونے کے وقت سے بعثت شریفہ تک بھی اس نبوت سے بالفعل نبی تھے۔ (محاکمہ عطائیہ ص ۵، ۶)

اس کے بعد خلاصہ مسئلہ متنازعہ بیان کرنے کے بعد (جو کہ آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں) فاضل محقق نے لکھا ہے:

قبل ازیں کہ بندہ اختلاف لفظی کو بیان کرے اور ہر ایک کی مراد کو متعین کرے اس سے پہلے ایک تمہیدی مقدمہ ضروری ہے وہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آمد سے پہلے جتنے انبیاء علیہم السلام تشریف لائے ان ادوار میں ایک نبی نبوت ظاہرہ کا ہوتا تھا جو شریعت اور احکام ظاہرہ کا مبلغ ہوتا تھا اور دوسرا نبی نبوت باطنی کا ہوتا تھا جیسے قرآن پاک میں حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا ذکر ہے جب آپ کی آمد ہوئی تو نبوت باطنی اور نبوت ظاہرہ آپ

پر منتہی ہوگئی اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نبوت باطنہ اور ظاہرہ ہر دو کے خاتم ہوئے اور آپ نبوت باطنی اور ظاہرہ ہر دو کے جامع ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت اور اعلان نبوت کے بعد نہ کوئی باطنی نبی پیدا ہوسکتا ہے اور نہ کوئی نبی نبوت ظاہرہ کا آسکتا ہے۔ (محاکمہ عطائیہ ص ۶۔۷)

تقریر محاکمہ:

چنانچہ فاضل محقق رقمطراز ہیں کہ: اس تمہید کے بعد ہم فریق اول سے پوچھتے ہیں کہ آپ جو فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم وقت ولادت سے بالفعل نبی نہیں تھے اس سے آپ کونسی نبوت مراد لیتے ہیں نبوت باطنہ یا نبوت ظاہرہ اگر آپ فرمائیں کہ میری مراد نبوت ظاہرہ ہے پھر ٹھیک ہے چالیس سال سے قبل وقت ولادت سے نبوت ظاہرہ نہیں تھی اس کو فریق ثانی بھی مانتا ہے (تا) اب ہم فریق ثانی سے پوچھتے ہیں کہ تم جو کہتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم وقت ولادت سے نبی تھے اس سے تمہاری کیا مراد ہے نبوت باطنہ یا نبوت ظاہرہ اگر فرمائیں کہ ہماری مراد نبوت سے نبوت باطنہ ہے تو پھر ٹھیک ہے وقت ولادت سے چالیس سال تک نبوت باطنہ تھی اس کو فریق اول بھی مانتا ہے چنانچہ تحقیقات کے صفحہ ۶۰ پر تحریر کرتے ہیں حالانکہ عالم ارواح والی نبوت سلب تو نہیں ہوئی تھی۔ اس عبارت کا واضح مطلب یہی ہے کہ عالم ارواح والی نبوت اس عرصہ خاص میں ثابت موجود و متحقق تھی صرف یہ کہ پردہ بشریت سے مستور ہوگئی تھی چنانچہ اسی صفحہ ۶۰ پر ان کی صاف روشن نص موجود ہے جس مقام پر فرماتے ہیں (لہٰذا وہاں جو نبوت بالفعل تھی اور اس کے آثار عملی طور پر ظاہر تھے وہ بشریت کے پردہ اور حجاب کی وجہ سے مغلوب و مستور ہوگئی تھی اور فقط روحانی اور باطنی رہ گئی تھی)۔

اس عبارت کا واضح مطلب یہی ہے کہ اس عرصہ خاص میں نبوت باطنی موجود تھی اور لفظ فقط سے نفی کس کی ہو رہی ہے؟ یعنی اس کی کہ جسمانی اور ظاہرہ نہ تھی۔

اب یہ کہ انہوں نے جو لفظ بالفعل اور بالقوۃ ذکر فرمائے ہیں ان کی وضاحت بھی خود انہی کی عبارت میں موجود ہے چنانچہ صفحہ ۶۰ پر فرمایا (لہٰذا وہاں جو نبوت بالفعل تھی اور اس کے آثار عملی طور پر ظاہر تھے) ان کے یہ لفظ کہ (اور اس کے آثار عملی طور پر ظاہر تھے) لفظ (بالفعل) کی تفسیر ہیں لفظ (اور) واؤ کی طرح تفسیریہ ہے جب بالفعل کی تفسیر خود انہی کی نص میں موجود ہے تو اب ان کی اس عبارت کا مطلب واضح ہو گیا کہ وقت ولادت سے چالیس سال تک نبوت بالفعل نہیں تھی یعنی اس عرصہ خاص میں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت، نبوت باطنہ تھی عملی طور پر آثار ظاہر نہ تھے جو آثار عالم ارواح میں ظاہر تھے وہ آثار اس عرصہ خاص میں جسمانی اعتبار سے عالم اجسام میں ظاہر نہ تھے (تا) ناظرین کرام! جب آپ نے لفظ بالفعل کا معنی خود صاحب تحقیقات کی تفسیر سے سمجھ لیا تو ان کی صفحہ ۶۰ پر اگلی عبارت (اور جسمانی اعتبار سے بالقوۃ رہ گئی تھی) کا مطلب بھی واضح اور روشن ہو گیا کیونکہ اس عبارت میں لفظ بالقوۃ مقابل لفظ بالفعل کے ہے یعنی جسمانی اعتبار سے آثار ظاہر نہ تھے۔

اس عبارت میں لفظ ''جسمانی اعتبار'' قید ہے نبوت باطنی کی لہٰذا نبوت باطنی کے دو اعتبار ہوئے ایک نبوت باطنی کا اعتبار روحانی اور دوسرا نبوت باطنی کا اعتبار جسمانی۔

تو معنی یہ ہوا کہ نبوت باطنی جسمانی اعتبار سے بالقوۃ تھی یعنی نبوت باطنی کے آثار جسمانی اعتبار سے ظاہر نہ تھے تو اس عبارت میں روحانی اعتبار سے ظہور آثار کی نفی نہیں ہے چہ جائیکہ نبوت باطنی کے نفس آثار کی نفی سمجھی جائے یا نفی نفس نبوت باطنہ کی سمجھی جائے یا نفی مقید قید ہر دو کی طرف راجع کی جائے جو کہ متکلم کی صریح نص کے خلاف ہے جس مقام پر صفحہ ۶۰

میں فرمایا: نبوت باطنی رہ گئی تھی البتہ بوجہ پردہ بشریت کے مستور ہو گئی تھی (تا) مندرجہ بالا تشریح وتوضیح سے یہ بات واضح ہوگئی کہ فریق اول کے قضیہ سالبہ میں لفظ بالفعل کا اور معنی ہے یعنی آثار کا عملی طور پر ظہور اور فریق ثانی کے قضیہ موجبہ میں لفظ بالفعل کا اور معنی ہے یعنی ثابت موجود متحقق فقط۔

فریق اول کے قضیہ سالبہ کا معنی یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت وقت ولادت سے نبوت باطنی تھی عملی طور پر آثار ظاہر نہ تھے اور فریق ثانی کے قضیہ موجبہ کا معنی یہ ہوا کہ وقت ولادت سے آپ کی نبوت موجود و ثابت تھی۔ یعنی عالم ارواح والی نبوت موجود وثابت تھی لیکن ظہور نہ تھا یعنی عالم ارواح والی نبوت زائل نہیں ہوئی تھی اور صاحب تحقیقات بھی یہی کہتے ہیں کہ عالم ارواح والی نبوت سلب نہیں ہوئی تھی لہٰذا موجبہ اور سالبہ دونوں صادق ہیں اور محمول ایک نہیں ہیں لہٰذا نفی اثبات ایک نسبت پر واقع نہیں ہیں بلکہ دونوں جمع ہیں کہ عالم ارواح والی نبوت سلب نہیں ہوئی تھی وقت ولادت سے نبوت موجود ثابت اور متحقق تھی لیکن عملی طور پر آثار ظاہر نہ تھے اس معنی پر دونوں فریق متفق ہیں لہٰذا یہ اختلاف لفظی ہے جو بوجہ عجلت اور عدم تعین مدعیٰ پوشیدہ ہو گیا۔ یہاں تک یہ بات ثابت ہوگئی کہ فریق اول آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اس عرصۂ خاص میں نبوت باطنہ کے قائل ہیں اور اس عرصۂ خاص میں نبوت باطنہ کو موجود و متحقق مانتے ہیں نہ سلب نبوت کے قائل ہیں نہ عدم کے۔

(محاکمہ عطائیہ ص ۷۔۱۱)

محاکمہ عطائیہ کا منصفانہ جائزہ

الجواب بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

فاضل محقق صاحبِ محاکمہ کا دونوں کتابوں کے مطالعہ کے بعد یہ محاکمہ فرمانا

جوآپ ملاحظہ فرما چکے ہیں نہایت ہی باعث تعجب ہے کیونکہ بغرض محاکمہ نظرِ التفات سے مطالعہ کرنے کے باوجود ان پر حقائق پوشیدہ رہ جانے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

تاہم معذرت کے ساتھ محاکمہ عطائیہ کے مندرجات پر ایک نظر، جس میں حقائق کی روشنی میں اس حقیقت کو واضح کرنا ہے کہ:

آیا واقعی طور پر اصل مدعٰی فقیر پر بوجہ عجلت اور عدم تعیین پوشیدہ ہوگیا ہے جسے فاضل محقق صاحبِ محاکمہ نے متعین اور روشن کر دیا ہے اور در حقیقت دونوں کتابوں کے درمیان اختلاف لفظی ہے یا فقیر راقم الحروف اور صاحبِ تحقیقات کے اصل مدعٰی کے درمیان فی الحقیقت ایجاب وسلب کا اختلاف ہے اور نفی اثبات ایک ہی نسبت پر واقع ہیں جس کی وجہ سے اختلاف حقیقی ہے؟

صاحب تحقیقات کا اصل مدعٰی:

تحقیقات نامی کتاب کی طباعت سے عرصہ دراز پہلے نزاع اور اختلاف واقع ہوا تو صاحب تحقیقات نے اپنا نیا نظریہ اور عقیدہ بقلم خود لکھا اور اس پر دلائل بھی دیے ہیں اس کی پوری تفصیل ''ہدایۃ المتذبذب الحیران'' میں موجود ہے جو کہ جولائی ۲۰۰۴ء میں چھپی ہے۔ پھر چند سال بعد اپریل ۲۰۱۰ء میں تحقیقات منظر عام پر آئی ہے اور اس کے شروع میں ہدایۃ المتذبذب الحیران سے طویل اقتباس منقول ہے جس میں صاحب تحقیقات کا اصل مدعٰی (جو اہل سنت میں اضطراب اور تشویش کا سبب بنا) اور اس پر چند دلائل بھی مذکور ہیں۔ یہ اقتباس تحقیقات اشاعت اول کے صفحہ ۲۱ تا ۳۱ پر ہے۔ ان دس صفحات کو بغور ملاحظہ فرمالیں۔ اس اقتباس سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ صاحب تحقیقات کا اصل مدعٰی قبل از بعثت کے زمانہ میں حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نبی ہونے کی مطلقاً نفی ہے نہ کہ بالفعل اور

عملی طور پر نبی ہونے کی نفی ہے۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیں:

2۔ نیز (علامہ علی قاری) فرماتے ہیں" والاظهر انه كان قبل الاربعين وليا ثم بعدها صار نبيا ثم صار رسولا" (جلد۳ صفحہ ۳۰۸)

اور زیادہ ظاہر اور جزمی امر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم چالیس سال پورے ہونے سے قبل صرف ولی تھے اور اس مدت کے پورے ہونے پر نبی بن گئے بعد ازاں منصب رسالت پر فائز ہوئے۔

3۔ نیز اس میں علمائے اعلام کا اختلاف ہے کہ آپ نبوت کے منصب پر فائز ہونے سے قبل غار حراء میں جو عبادت کیا کرتے تھے وہ کس شریعت کے مطابق ہوتی تھی (تا) سوال یہ ہے کہ اگر بقول پیرزادہ صاحب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدائش کے وقت سے ہی نبی اور رسول تسلیم کیا جائے تو ان علماء پر کیا فتویٰ عائد ہوگا جنہوں نے چالیس سال پورے ہونے پر آپ کو نبوت ملنا تسلیم کیا بلکہ ان صحابہ کرام پر کیا فتویٰ عائد ہوگا جنہوں نے اس حقیقت کو بیان کیا؟

4۔ علاوہ ازیں نبی کی تعریف یہ ہے" انسان بعثه الله الى الخلق لتبليغ الاحكام" وہ انسان جس کو اللہ تعالیٰ مخلوق کی طرف تبلیغ احکام کے لئے مبعوث فرمائے۔ تو کیا آپ نے عمر شریف کے پہلے حصے میں تبلیغ فرمائی؟ جب نہیں اور بالکل نہیں بلکہ اس خاموشی اور دعویٰ سے دوری کو اپنی صداقتِ دعویٰ پر بطور دلیل پیش کرتے ہوئے فرمایا (تا) اگر آپ نبی اور رسول تھے تو تبلیغ فرماتے (تا) تو معلوم ہوا کہ دعوائے نبوت اور اظہار معجزہ کے بغیر نبوت ثابت نہیں ہوتی اور جب یہ دعویٰ پایا گیا اور معجزات اس دعویٰ کی تصدیق و تائید میں ظاہر ہوئے تو آپ کا مخلوق کی طرف مبعوث ہونا اور نبی و رسول ہونا متحقق ہوگیا (تا) لہٰذا عالم

ارواح میں نبی ہونے سے پیدا ہوتے ہی نبی ورسول ہونا لازم نہیں آتا۔ (تحقیقات اشاعت اول ص ۲۳ تا ۲۶)

عبارات مذکورہ بغور ملاحظہ فرمالیں کیا ان میں عالم ارواح میں عطا کیا جانے والا منصب نبوت عرصۂ خاص میں بدستور ثابت وموجود اور متحقق تسلیم کیا گیا ہے اور صرف بالفعل اور عملی طور پر نبی ہونے یعنی فرائض نبوت کا مکلّف ہونے کی نفی کی ہے یا عرصۂ خاص میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی مطلقاً نفی کی ہے؟

نمبر ۱: لہٰذا عالم ارواح میں نبی ہونے سے پیدا ہوتے ہی نبی ورسول ہونا لازم نہیں آتا (تحقیقات) کیا اس عبارت میں عرصۂ خاص میں عالم ارواح والا منصب نبوت ثابت وموجود مانا جا رہا ہے یا عرصۂ خاص میں نبی ورسول ہونے کی مطلقاً نفی کی جا رہی ہے؟

نمبر ۲: تو معلوم ہوا کہ دعوائے نبوت اور اظہار معجزہ کے بغیر نبوت ثابت نہیں ہوتی الخ

کیا عبارت مذکورہ میں عرصۂ خاص میں عالم ارواح والی نبوت ثابت مانی جا رہی ہے یا دعوائے نبوت اور اظہار معجزہ سے پہلے مطلقاً نبوت کے ثابت ہونے کی نفی کی جا رہی ہے اور دعوائے نبوت واظہار معجزہ کے بعد نبی اور رسول ہونے کا عقیدہ عطا کیا جا رہا ہے؟

نمبر ۳: اگر آپ نبی اور رسول تھے تو تبلیغ فرماتے۔ (تحقیقات)

کیا اس عبارت میں عالم ارواح والی نبوت کو ثابت، وموجود اور متحقق مان کر صرف تبلیغ کی نفی کر رہے ہیں یا عرصۂ خاص میں تبلیغ نہ پائے جانے کی وجہ سے اس عرصہ میں نبی و رسول ہونے کی مطلقاً نفی کی جا رہی ہے؟

نمبر۴: نبی کی تعریف یہ ہے "انسان بعثه الله ...... الخ"

کیا عبارت مذکورہ میں نبی کی تعریف کا حوالہ دے کر عرصۂ خاص میں عالم ارواح والی نبوت کا بدستور ثابت وموجود اور متحقق ہونا اور صرف فریضۂ تبلیغ پر مامور نہ ہونا بیان کرنا مقصود ہے یا تبلیغ نہ پائے جانے کی وجہ سے عرصۂ خاص میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی مطلقاً نفی کرنا مقصود ہے؟

نمبر۵: اگر بقول پیرزادہ صاحب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدائش کے وقت سے ہی نبی اور رسول تسلیم کیا جائے۔ (تحقیقات)

کیا اس عبارت میں پیدائش کے وقت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی ہونا ثابت مانا گیا ہے یا عرصۂ خاص میں نبی ہونے کی مطلقاً نفی ہے؟

نمبر۶: زیادہ ظاہر اور جزمی امر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال پورے ہونے سے قبل صرف ولی تھے اور اس مدت کے پورے ہونے پر نبی بن گئے...... الخ۔

کیا عبارت مذکورہ میں چالیس سال تک عالم ارواح والی نبوت بدستور ثابت وموجود اور متحقق مانی گئی ہے اور صرف فرائض نبوت پر مامور ہونے کی نفی کی گئی ہے یا عرصۂ خاص میں صرف ولی ہونا تسلیم کیا ہے اور نبوت چالیس سال کے بعد مانی ہے؟

اور واللہ تعالیٰ اعلم غالباً تحقیقات کی تصنیف کے وقت صاحب تحقیقات کو اس چیز کا احساس ہوگیا تھا کہ ان کے بیان کردہ دلائل سے ان کا یہ مدعی ثابت نہیں ہوتا اس لئے مدعی میں تبدیلی کرلی اور تحقیقات میں عرصہ مذکور میں بالفعل نبی ہونے کی نفی شروع کردی اور چونکہ انہیں معلوم ہے کہ بالفعل کے ایک معنی کے اعتبار سے ان دلائل سے یہ دعویٰ ثابت نہیں ہوتا اس لئے بعض مقامات پر اس کے ساتھ عملی طور پر نبی نہ ہونے کا اضافہ بھی شامل کرلیا۔

پھر اسی کو متنازع فیہ امر قرار دیدیا۔ جس کا صاف اور واضح مطلب ہوا کہ تحقیقات کے مخالفین قبل از بعثت کے عرصہ میں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بالفعل اور عملی طور پر نبی مانتے ہیں یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس عرصہ میں تبلیغ وجہاد اور دوسرے فرائض نبوت کی ادائیگی میں مشغول ومصروف رہے ہیں۔

اب فاضل محقق صاحب محاکمہ سے جواب طلب سوال یہ ہے کہ:

اصل مدعیٰ وہ ہے جو تحقیقات کے معرض وجود میں آنے سے چند سال پہلے سے تھا اور تحقیقات میں بھی بعینہ منقول ہے یا اصل مدعیٰ وہ ہے جو چند سال بعد محض فریب دینے کے لئے اس میں اضافہ شامل کر کے پیش کر دیا ہے؟

کیا تحقیقات میں ''ہدایۃ المتذبذب'' سے منقول عبارت:

''عالم ارواح میں نبی ہونے سے پیدا ہوتے ہی نبی ورسول ہونا لازم نہیں آتا'' سے بالفعل اور عملی طور پر نبی ہونے کی نفی مراد ہے کیونکہ چند سال بعد تحقیقات میں اس کے ساتھ بالفعل اور عملی طور پر نبی نہ ہونے کا اضافہ شامل کر لینا تھا؟ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون کیا بقائمی ہوش وحواس کسی خادم دین متین کا یہ عقیدہ اور نظریہ ہو سکتا ہے کہ قبل از بعثت کے عرصہ میں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عملی طور پر نبی تھے یعنی فرائض نبوت کی ادائیگی کا مکلف ہونے کی وجہ سے ان کی ادائیگی میں مشغول ومصروف رہے تھے؟

جب کسی ذی شعور کا یہ عقیدہ ہو ہی نہیں سکتا تو صاحب تحقیقات کا اسے موضوع بحث اور محل کلام اور متنازع فیہ امر قرار دینا کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے؟

ضروری تنبیہ:

فقیر نے ''تحقیقات اپنے مندرجات کے آئینہ میں'' کے اندر ''تحقیقات میں بے

احتیاطی کا اجمالی تذکرہ" کے عنوان کے تحت نمبر ا ص ۱۹۲ تا ۱۹۷ پر صاحب تحقیقات کا اصل مدعی اور چند سال بعد پیش کیا جانے والا مدعی، تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔

نیز "بیان محل نزاع میں تضاد اور تناقض اور خلط مبحث" کے عنوان کے تحت کتاب مذکور میں ص ۳۰۰ تا ۳۰۶ پر تفصیل سے بیان کیا ہے کہ صاحب تحقیقات کی متعدد تصریحات (جو وہاں ذکر کی گئی ہیں) کی روشنی میں ان کا عقیدہ قبل از بعثت کے عرصہ میں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی مطلق نفی اور انکار ہے جبکہ دلائل اس پر پیش کئے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرصہ مذکور میں بالفعل اور عملی طور پر نبی نہ تھے۔

حالانکہ پورے عالم میں کوئی شخص بقائمی ہوش وحواس اس نظریہ کا قائل نہیں ہو سکتا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل از بعثت کے عرصہ میں عملی طور پر نبی تھے یعنی شریعت کی تبلیغ فرماتے رہے، جہاد کرتے رہے وغیرہ، تو اس نظریہ کی تردید کی کیا ضرورت پیش آئی؟

اور صاحب تحقیقات کا اصل نظریہ اور عقیدہ ان کے بیان کردہ دلائل سے ثابت نہیں ہوتا

نتیجہ کلام:

اس تفصیل سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ صاحب محاکمہ کا یہ فرمانا کہ:

بندہ نے اس مسئلہ کی چند تصانیف منگوائیں اور مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ اصل مدعی بوجہ عجلت اور عدم تعیین کے پوشیدہ ہوگیا ہے۔ (محاکمہ عطائیہ)

اس بات کا حقیقت وواقعیت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور فقیر راقم الحروف ناظرین فضلاء کرام پر فیصلہ چھوڑتا ہے کہ بوجہ عجلت اور عدم تعیین اصل مدعی فاضل محقق صاحب محاکمہ پر پوشیدہ ہوگیا ہے یا فقیر راقم الحروف پر؟

فاضل محقق نے تو اتنا جاننے کی بھی زحمت نہیں فرمائی کہ تحقیقات کے معرض وجود

میں آنے سے چند سال پہلے جو مدعیٰ پیش کر رہے تھے اور اس کو ثابت کرنے اور اس سے اتفاق نہ کرنے والوں کو خاموش اور لاجواب کرنے کے لئے تحقیقات لکھی گئی ہے وہ اصل مدعیٰ ہے یا چند سال بعد تحقیقات میں محض دھوکا دہی کے لئے پیش کیا جانے والا نظریہ اصل مدعیٰ ہے؟

جبکہ فاضل محقق نے محض تحکم سے چند سال بعد والے نظریہ کو ہی اصل مدعیٰ قرار دیدیا ہے باوجودیکہ جو درحقیقت اصل مدعیٰ ہے وہ بھی تحقیقات میں منقول ہے جیسا کہ تفصیل گزر چکی ہے۔

ان حقائق کے بیان کے بعد فاضل محقق صاحبِ محاکمہ سے درخواست ہے کہ اب فیصلہ فرمائیں:

کیا محاکمہ عطائیہ میں نقل کردہ فقیر کا دعویٰ اور صاحبِ تحقیقات کے اصل مدعیٰ کے درمیان فی الحقیقت ایجاب وسلب کا اختلاف ہے یا نہیں؟

اور نفی اثبات ایک ہی نسبت پر واقع ہیں یا نہیں؟

اور فریقین کے درمیان اختلاف اور نزاع حقیقی ہے یا نہیں؟

حقیقت تو یہ ہے کہ تحقیقات نے ثابت کر دیا ہے کہ چند سال پہلے سے جو نظریہ اور عقیدہ اختیار کر چکے تھے اس کے اثبات کے لئے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔

اور جہاں تک تحقیقات میں پیش کردہ نئے مدعیٰ کا معاملہ ہے کہ:

''عرصہ خاص میں بالفعل اور عملی طور پر فرائض نبوت کی ادائیگی کا مکلف نہ ہونا''

اس سے تو کسی صاحب عقل وشعور کو اختلاف ہو سکتا ہی نہیں تو پھر صاحبِ تحقیقات کو اس پر کتاب لکھنے کی ضرورت کیا پیش آئی؟

اور جب یہ پوری امت مسلمہ میں اجماعی مسئلہ ہے تو اس نظریہ کی وجہ سے اہل سنت

کے درمیان اختلاف کیسے واقع ہوگیا؟

فقیر راقم الحروف کے مدعیٰ کے بارے میں ضروری وضاحت

''نبوت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ'' میں قبل از بعثت کے عرصہ میں عالم ارواح والی نبوت سے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے کے بارے میں ہی فقط بیان کرنا مقصود نہیں ہے، بلکہ اس میں تحقیقات کے مندرجات پر کلام کیا گیا ہے۔ جن میں سب سے سنگین مضمون تو یہ ہے کہ:

قرآن کریم کی چند آیات مقدسہ کے نزول کے بعد بھی ایک عرصہ تک حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نبی ہونا ہی علمائے اسلام میں اختلافی امر قرار دیا ہے۔''

جو ضروریات دین کے خلاف ہے اور صاحبِ محاکمہ کو بھی اس بات کا اعتراف ہے کہ ''چالیس سال بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالفعل نبی ہیں جس کا ماننا ایمان اور انکار کفر ہے۔'' (محاکمہ عطائیہ ص ۶)

جبکہ فاضل محقق دونوں کتابوں کے مندرجات میں محاکمہ فرماتے ہوئے فرمار ہے ہیں کہ: تین باتوں پر فریقین کا اتفاق ہے ایک یہ کہ عالم ارواح میں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بالفعل نبی تھے دوسری یہ کہ چالیس سال بعد بالفعل نبی ہیں جس کا ماننا ایمان اور انکار کفر ہے تیسری بات یہ ہے کہ نبوت کے جو آثار اور احکام چالیس سال بعد ہیں وہ احکام وآثار چالیس سال قبل نہیں ہیں۔ (محاکمہ عطائیہ ص ۶)

فاضل محقق سے جواب طلب سوال نمبر ا یہ ہے کہ: صاحب تحقیقات کے نزدیک اگر دوسری بات قطعی اور یقینی اور ضروریات دین سے ہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی اس کا انکار کفر ہے تو پھر تحقیقات سے براءت کا اعلان کیوں نہیں کرتے اور اس کی اشاعت پر پابندی کیوں

نہیں لگاتے؟

کیونکہ اس میں تو متعدد مقامات پر قرآن کریم کی چند آیات مبارکہ کے نزول کے بعد بھی ایک عرصہ تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نبی ہونا علمائے اسلام میں اختلافی امر قرار دیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

اس سے واضح طور پر ثابت ہوگیا کہ آپ (شیخ محقق دہلوی علیہ الرحمۃ) کے نزدیک اوران علمائے اسلام کے نزدیک ان آیات مقدسہ کے نزول کے وقت بھی آپ کا نبی ہونا متفق علیہ اوراجماعی امر نہیں تھا۔ (تحقیقات اشاعت اول ص ۱۶۵)

بلکہ حضرت ورقہ بن نوفل کے پاس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی معیت میں تشریف لے جانا اور غار حراء میں پیش آمدہ واقعہ اور ''اقراء باسم ربک الذی خلق'' الآیۃ کے نزول کی اطلاع دینا حصول نبوت سے پہلے تھا یا بعد میں؟

اس کے متعلق اسی شیخ اجل اور برکۃ المصطفی الکریم فی الہند کا نظریہ معلوم کریں۔

(تحقیقات اشاعت اول ص ۲۱۹)

نوٹ: اس بحث کی تفصیل فقیر کی دونوں کتابوں: نبوت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ اور تصریحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

سوال نمبر ۲۔ فقیر نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے کہ: قرآن کریم کی پہلی وحی کے نزول کے بعد حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بالفعل منصب نبوت پر فائز ہونا تسلیم کرنا باجماع علمائے امت ضروریات دین سے ہے۔ جبکہ تحقیقات میں ایک عرصہ تک علمائے اسلام میں اسے اختلافی مسئلہ قرار دیا ہے یعنی جو شخص اس عرصہ میں آپ کو نبی مانے وہ بھی مسلمان اور جو نہ مانے وہ بھی مسلمان ہے۔

تو سوال یہ ہے کہ: کیا ایمان اور کفر کے درمیان، ضروریات دین کی تصدیق اور عدم
تصدیق کے درمیان، اختلاف لفظی ہے؟
کہ فاضل محقق صاحبِ محاکمہ دونوں کتابوں کے درمیان اختلاف لفظی بتاتے ہیں
سوال نمبر۳۔ جب ضروریات دین کے خلاف اور کفریات تک کا ارتکاب تحقیقات
میں کیا گیا ہے اور فاضل محقق نے بغرضِ محاکمہ اس کا اچھی طرح مطالعہ بھی کیا ہے تو محاکمہ
تحریر کرتے وقت اس بات کی وضاحت کیوں نہیں کی گئی اور صاحبِ تحقیقات اور ان کے موٴ
یدین کو قبول حق کی اپیل کیوں نہیں کی گئی؟
سوال نمبر۴۔ کیا برائے اصلاح ایسی کتاب کی مخالفت کرنے والوں کو اس کے سمجھنے
میں ناکام قرار دینا اور اس کتاب کے ایسے مندرجات کی حقیقت سے بھی آگاہ نہ کرنا، کیا عوام
الناس اور اپنے متعلقین و معتقدین کو اسلام سے لاتعلقی کی وادی میں دھکیلنا نہیں ہے؟
اللہ تعالیٰ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دوسرا امر جو محاکمہ عطائیہ کی اساس اور بنیاد ہے

وہ تحقیقات کی یہ عبارت ہے کہ:
حالانکہ عالم ارواح والی نبوت سلب تو نہیں ہوئی تھی (تا) لہٰذا وہاں جو نبوت بالفعل
تھی اور اس کے آثار عملی طور پر ظاہر تھے وہ بشریت کے پردہ اور حجاب کی وجہ سے مغلوب
و مستور ہوگئی تھی اور فقط روحانی اور باطنی رہ گئی تھی اور جسمانی اعتبار سے بالقوۃ رہ گئی۔
(تحقیقات اشاعت ثانی ص۶۰)
فاضل محقق نے محاکمہ کے کل ۱۶ صفحات میں سات یا آٹھ مرتبہ اس عبارت کا حوالہ
دیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ صاحبِ تحقیقات کی طرف سے روشن اور صریح نص ہے کہ وہ عالم

ارواح والی نبوت کے سلب وزوال، کے ہرگز قائل نہیں ہیں اور ان کا بھی یہی عقیدہ اور نظریہ ہے کہ روحانی اور باطنی نبوت بدستور ثابت اور موجود تھی وہ سلب نہیں ہوئی تھی اور انہوں نے عرصۂ خاص میں صرف بالفعل اور عملی طور پر نبی ہونے یعنی نبوت ظاہرہ کی نفی کی ہے۔

الجواب:

بتوفیق اللّٰہ تعالیٰ اقول: فقیر نے ''تحقیقات اپنے مندرجات کے آئینہ میں'' اور ''تصریحات'' میں تفصیل سے بیان کیا ہے کہ صاحب تحقیقات کا پیش کردہ نیا نظریہ اور عقیدہ قبل از بعثت کے عرصہ میں عالم ارواح والی نبوت کے سلب وزوال کے اعتقاد کو مستلزم ہے کیونکہ عالم ارواح میں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بالفعل نبی ہونا تسلیم کرنے کے باوجود عالم اجسام کے عرصۂ خاص میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے کا مطلقاً انکار کرنا بلاشبہ عالم ارواح والی نبوت کے سلب وزوال کے اعتقاد کو مستلزم ہے۔

رہا فاضل محقق صاحبِ محاکمہ کا بار بار اس عبارت کا حوالہ دینا اور اسے روشن اور صریح نص قرار دینا،

تو جواباً گزارش یہ ہے کہ فاضل محقق کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس صحیفہ تحقیقات میں ان کی پیش کردہ یہ روشن اور صریح نص دوسرے ایڈیشن میں وارد ہوئی ہے پہلا ایڈیشن چیک کرلیں اس میں ہرگز موجود نہیں ہے۔

تو اب فقیر کا جواب طلب سوال یہ ہے کہ جب تک تحقیقات میں اس روشن اور صریح نص کا ورود ہوا ہی نہ تھا اور دوسرا ایڈیشن چھپا ہی نہ تھا جبکہ صاحب تحقیقات کا نیا نظریہ تو تحقیقات کی تصنیف سے چند سال پہلے سے ''ہدایۃ المتذبذب الحیر ان'' میں تفصیل کے ساتھ ان کے قلم سے لکھا ہوا ہے تو فاضل محقق اگر بالفرض اس عرصہ میں محاکمہ فرماتے تو وہ محاکمہ

کیا ہوتا اس کی وضاحت بھی فرمادیں؟

کیا ہدایۃ المتذبذب کی عبارات پر قبل از بعثت کے عرصہ میں مطلقاً نبوت کی نفی اور انکار ثابت ہونے کا حکم لگایا جاتا،

یا الہامی طور پر کہہ دیا جاتا کہ چند سال بعد صاحب ہدایۃ المتذبذب الحیر ان، تحقیقات نامی ایک کتاب لکھیں گے تو اس کے دوسرے ایڈیشن میں ایک روشن اور صریح نص وارد ہوگئی لہذا اس کے پیش نظر ان عبارات سے عرصۂ خاص میں نبوت کی مطلقاً نفی اور انکار ثابت نہیں ہوتا؟

اور اگر فاضل محقق تحقیقات کا پہلا ایڈیشن چھپنے کے بعد دوسرے ایڈیشن کے چھپنے سے پہلے تحقیقات میں منقول ہدایۃ المتذبذب الحیر ان کی عبارات اور ان کے علاوہ تحقیقات کی عبارات کثیرہ کی روشنی میں محاکمہ فرماتے تو وہ محاکمہ کیا ہوتا؟

کیا عرصۂ خاص میں مطلقاً نفی نبوت اور انکارِ نبوت کا حکم لگایا جاتا یا یہ کہا جاتا کہ صاحب تحقیقات کی طرف سے دوسرے ایڈیشن میں ایک صریح اور روشن نص آنے والی ہے لہذا ان عبارات سے عرصۂ خاص میں عالم ارواح والی نبوت کا انکار ثابت نہیں ہوتا بلکہ صرف نبوت ظاہرہ کی نفی مراد ہے؟

صاحب تحقیقات کا عرصۂ خاص میں عالم ارواح والی نبوت کے سلب وزوال کے بارے میں عقیدہ کیا ہے؟

اس حقیقت سے آگاہی نہایت ہی آسانی سے ہوجاتی ہے ملاحظہ فرمائیں:

نمبرا۔ صاحب تحقیقات عالم ارواح میں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کو بالفعل نبی تسلیم کرتے ہیں جبکہ ہدایۃ المتذبذب الحیر ان کی عبارات مذکورہ اوران کے علاوہ تحقیقات کی عبارات کثیرہ سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ قبل از بعثت کے عرصہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے کا مطلقاً انکار اور نفی کرتے ہیں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ عالم ارواح والی نبوت کے دوام واستمرار کا عقیدہ نہیں رکھتے بلکہ سلب وزوال کا نظریہ رکھتے ہیں۔ عبارات مذکورہ کے علاوہ مزید ملاحظہ فرمائیں:

(الف) جب تبلیغ احکام اور بندوں کے لئے سفارت وساطت تحقق نہیں ہوئی تو آپ کے اس دور میں نبی ہونے کا دعویٰ کیونکر قابل تسلیم ہوگا؟ (تحقیقات اشاعت اول ص ۴۵)

(ب) تنبیہ: اگر آپ وقت ولادت سے نبی تھے تو پھر چالیس سال کی عمر میں نبوت سے سرفراز فرمائے جانے کا کیا مطلب ہوگا؟ (تحقیقات اشاعت اول ص ۱۲۰، ۱۲۱)

نمبر۲۔ تحقیقات میں قبل از بعثت کے عرصۂ چالیس سال میں عالم ارواح والی نبوت کے دوام واستمرار کی صراحتاً نفی بھی کی گئی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

(الف) اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آغاز ولادت سے ہی نبی ہوتے یا عالم ارواح والی نبوت دائم اور مستمر ہوتی اور آپ کو اس کے احکام متحضر ہوتے تو علمائے کرام کے اذہان میں یہ سوال ہی کیوں پیدا ہوتا کہ آپ کسی شریعت پر عمل پیرا تھے یا نہیں؟ (تحقیقات اشاعت اول ص ۱۷۳)

(ب) ہمارے معترضین عالم ارواح میں ملنے والی نبوت کا دوام تسلیم کرتے ہیں اور انقطاع ماننے دکفر تسلیم کرتے ہیں۔ (تتمہ تحقیقات اشاعت اول ص ۲۶۰)

پہلی عبارت میں صاحب تحقیقات نے عالم ارواح والی نبوت کے دائم اور مستمر ہونے کا خود انکار کیا ہے اور دوسری عبارت میں صاحبزادہ صاحب جو کہ اس نئے نظریہ کے

مبلغ اعظم ہیں، نے عالم ارواح والی نبوت کا دوام واستمرار معترضین اور مخالفین کا عقیدہ قرار دیا ہے اور بتایا کہ انقطاع ماننے کو کفر بھی وہی تسلیم کرتے ہیں۔

(ج) معترضین کا دوسرا شبہ:

حدیث مبارکہ (کنت نبیا وادم بین الروح والجسد) وغیرہ سے استدلال:

جب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا ارشاد گرامی ہے کہ "میں اس وقت سے نبی ہوں جبکہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے بین بین تھے"۔

تو آپ کی نبوت کا دوام وتسلسل تسلیم کرنا لازم اور ضروری ہوگا اور اس کا خلاف اساءت اور بے ادبی ہوگا اور یہ صرف ایک حدیث نہیں ہے بلکہ اس مضمون کی متعدد احادیث کتب احادیث اور کتب سیرت میں مروی ہیں لہذا ان کو تسلیم کرنا اور ان کے معنی اور مفہوم کے مطابق اعتقاد رکھنا لازم اور ضروری ہے۔ (تحقیقات اشاعت اول ص ۲۰۰)

عبارت مذکورہ بغور ملاحظہ فرمالیں کہ اس میں کنت نبیا الحدیث کی رو سے مستدل معترض نے عالم ارواح والی نبوت کا دوام واستمرار اور تسلسل تسلیم کرنا لازم اور ضروری قرار دیا ہے جبکہ تحقیقات میں اس کے جواب میں پورا زور اس پر صرف کیا گیا ہے کہ اس حدیث شریف کی رو سے عرصۂ خاص میں عالم ارواح والی نبوت کا دوام واستمرار تسلیم کرنا تو دور کی بات ہے سرے سے عالم ارواح میں بالفعل نبی ہونا ہی علمائے شریعت کے اجماع کے خلاف ہے۔ اور اس ضمن میں کرم فرمائی میں نہ تو متکلمین کو معاف کیا ہے اور نہ ہی دوسرے علماء کو۔

نمبر ۳: تحقیقات کے دوسرے ایڈیشن میں اگر یہ لکھا ہے کہ:

حالانکہ عالم ارواح والی نبوت سلب تو نہیں ہوئی تھی اور جبریل امین علیہ السلام بھی وہاں آپ کے مستفیدین میں شامل تھے (تا) لہذا وہاں جو نبوت بالفعل تھی اور اس کے آثار

عملی طور پر ظاہر تھے وہ بشریت کے پردہ اور حجاب کی وجہ سے مغلوب و مستور ہوگئی تھی اور فقط روحانی اور باطنی رہ گئی تھی اور جسمانی اعتبار سے بالقوۃ رہ گئی۔ (تحقیقات اشاعت ثانی ص ۶۰)

جسے فاضل محقق صاحبِ محاکمہ نے روشن اور صریح نص قرار دیا ہے۔

تو انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تحقیقات کے دوسرے ایڈیشن میں دوسری روشن اور صریح نص بھی وارد ہوئی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

بقول ان مجتہدین کے جو نبوت آپ کو عالم ارواح میں حاصل تھی وہ سلب تو نہیں ہوئی تھی بلکہ اپنی اسی حالت پر قائم و دائم تھی۔ (تحقیقات اشاعت ثانی ص ۳۲۰)

اور جناب صاحبزادہ صاحب نے مزید لکھا ہے کہ:

اگر سرکار علیہ السلام کو سب سے پہلے نبوت ملی ہے تو آپ خاتم النبیین کیونکر ہو سکتے ہیں۔ (تکملہ تحقیقات اشاعت ثانی ص ۳۹۳، ۳۹۴)

صاحب تحقیقات نے عالم ارواح والی نبوت کا سلب نہ ہونا اور اپنی حالت پر قائم و دائم ہونا اپنے مخالفین کا نظریہ اور عقیدہ قرار دیا ہے اور خود کو عالم ارواح میں بالفعل نبی تسلیم کرتے ہیں لیکن اس نظریہ کو علمائے شریعت کے اجماع کے خلاف بھی قرار دیدیا ہے (واللہ تعالیٰ اعلم خود یہ نظریہ کیوں اپنائے ہوئے ہیں)

اور صاحبزادہ صاحب جو تحقیقات کی روحِ رواں ہیں وہ سرے سے عالم ارواح میں حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشرف بہ نبوت فرمائے جانے کے ہی منکر ہوگئے ہیں کیونکہ وہ اسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ خاتم النبیین کے خلاف سمجھتے ہیں (اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ یہی کرم فرمائی دوسرے نئے فتنے کا اصل سبب ہے)

یاد رہے کہ تکملہ تحقیقات، تحقیقات میں جو کمی محسوس کی گئی اس کو پورا کرنے کے

لئے شامل کیا گیا ہے جس میں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عالم ارواح میں مشرف بہ نبوت فرمایا جانا آپ کے خاتم النبیین ہونے کے منافی قرار دیا ہے جبکہ باجماع امتِ مسلمہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا، تسلیم کرنا ضروریات دین سے ہے۔

تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ صاحبِ تکملۂ تحقیقات کے نزدیک عالم ارواح میں آپ ﷺ کے مشرف بہ نبوت نہ فرمائے جانے کا عقیدہ رکھنا ضروریات دین سے ہے۔

تو اس صورت حال میں ان کے نزدیک قبل از بعثت کے عرصہ میں روحانی اور باطنی نبوت کے بدستور ثابت اور موجود ہونے اور سلب نہ ہونے کا کوئی معنی ہی نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک تو عالم ارواح میں بالفعل نبی ماننے والوں کا دائرۂ اسلام سے خارج ہونا لازم آتا ہے کیونکہ بزعم ان کے، وہ لوگ ختم نبوت کے خلاف عقیدہ رکھے ہوئے ہیں۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

جب صاحب تحقیقات کے نام پر چھپنے والی کتاب کے تکملہ میں ایسے عقائد بھی لکھے ہوئے ہیں اور وہ خود بھی عالم ارواح والی نبوت کا سلب نہ ہونا اور اس کا دوام واستمرار تسلیم کرنا اپنے مخالفین کا عقیدہ قرار دیتے ہیں تو اس سب کچھ کے باوجود یہ کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ عرصۂ خاص میں وہ روحانی اور باطنی نبوت بدستور ثابت اور موجود مانتے ہیں صرف نبوت ظاہرہ کی نفی کرتے ہیں۔ لہٰذا تحقیقات اشاعت ثانی ص ۶۰ کی عبارت کو فاضل محقق اگر روشن اور صریح نص قرار دیتے ہیں تو تحقیقات اشاعت ثانی ص ۳۲۰ پر وارد ہونے والی روشن او رصریح نص کو اس کے لیے ناسخ قرار دینا چاہیے تھا یا واضح طور پر تضاد بیانی کی وجہ سے دونوں کو کالعدم قرار دے دیتے اور دوسری تصریحات کی طرف رجوع کرتے۔

نمبر۴: اگر اشاعت ثانی کے اضافہ میں وارد ہونے والی عبارت فاضل محقق کے

نزدیک صریح اور روشن نص ہے تو اسی اشاعت ثانی کے اضافہ جات میں وارد دوسری تصریحات کو نظر انداز کرنے کا بھی کوئی جواز نہیں ہے جن تصریحات میں پہلی کتب میں روشن عقیدگی کی بھی نفی کر دی گئی ہے مثلاً تنویر الابصار میں بڑے شاندار انداز میں عالم ارواح والی نبوت کا دوام واستمرار بیان کیا گیا ہے۔ تو کسی صاحب نے تنویر الابصار اور تحقیقات میں مسئلہ نبوت کے بیان میں تضاد اور تعارض کا سوال کیا ہے تو تحقیقات اشاعت ثانی میں جواب دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تنویر الابصار میں بھی عالم ارواح والی نبوت کا دائم ومستمر ہونا ہرگز مراد نہیں ہے لہذا تنویر الابصار اور تحقیقات کے بیان میں تضاد اور تعارض نہیں ہے یا العلوم تتزا ید یو مافیو ماً۔

یعنی تنویر الابصار کی تصنیف کے وقت تک مسئلہ نبوت کی حقیقت معلوم نہ تھی اس لئے اس میں یہ مسئلہ غلط لکھا گیا اور اب اس کی صحیح تحقیق ہوئی ہے اور حقیقت سے آگاہی نصیب ہوئی ہے اس لئے تحقیقات والا بیان معتبر سمجھا جائے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

ملاحظہ فرمائیں: سیالوی صاحب کے کلام میں باہم تعارض کا توہم:

تنویر الابصار میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت روحیہ کا تسلسل کے طور پر ثبوت و تحقق تسلیم کیا ہے اور بعد میں چالیس سال بعد نبوت کا حصول تسلیم کیا ہے۔ لہذا دونوں طرح کی عبارتوں میں تعارض آ گیا۔

جواب :

(۱) سیالوی درویش اس روحانی نبوت کے منعدم یا مسلوب ہو جانے کا العیاذ باللہ قائل نہیں ہے فقط روح مجرد اور بدن سے روح کے تعلق اور اس میں حلول کی صورت میں ایک گونا تفاوت کا قائل ہے۔ الخ

(۲) نیز علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کی عبارات میں تعارض دور کرنے کی صورت نظر آ گئی تو سیالوی کی عبارت میں اس طرح کی توجیہ اور تاویل نہیں ہو سکتی تھی ''العلوم تتزاید یوما فیوما'' کیونکر نظر انداز ہو گیا؟ اور وقت کی تقدیم وتاخیر بھی ملحوظ نہ رہ سکی (تا)

(۳) ظاہر ہے کہ ہزاروں سال کی پہلی عملی اور بالفعل روحانی نبوت اور چالیس سال بعد دائمی، ابدی اور لازوال نبوت عطا ہو جانے پر درمیانی چالیس سال کا عرصہ کیا حیثیت رکھتا تھا؟ تو اس کو القلیل کالمعدوم کے حیز واحاطہ میں رکھتے ہوئے تعرض کی ضرورت بھی نہیں، اور اسی باطنی روحانی استعداد وصلاحیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہی اس عرصہ کی نبوت کو بالقوۃ سے تعبیر کر دیا گیا۔

اگر پہلی نبوت کو مسلوب اور معدوم مانا جاتا تب اس توہم کی کوئی گنجائش ہو سکتی تھی۔

واذ لیس فلیس (تحقیقات اشاعت ثانی ص ۳۵۴۔۳۵۵)

عبارت منقولہ بغور مطالعہ فرمالیں:

جواب نمبر ۱ میں لکھا ہے کہ: سیالوی درویش تا آخر۔ اور جواب نمبر ۳ کے آخر میں بھی لکھ دیا ہے کہ: اگر پہلی نبوت کو مسلوب اور معدوم مانا جاتا، تا آخر۔

اور ص ۶۰ پر لکھا ہے کہ: حالانکہ عالم ارواح والی نبوت سلب تو نہیں ہوئی تھی، تا آخر۔ اب جواب نمبر ۳ شروع سے بغور ملاحظہ فرمالیں تاکہ واضح ہو جائے کہ: عالم ارواح والی نبوت کے بارے میں عرصۂ خاص میں صاحب تحقیقات کا اصل نظریہ اور عقیدہ کیا ہے؟

اور دوسری جگہ جو لکھا ہے کہ: فقط روحانی اور باطنی رہ گئی تھی تو کیا حقیقتاً نبوت روحانی اور باطنی رہ گئی تھی یا صرف روحانی اور باطنی استعداد وصلاحیت رہ گئی تھی اور عرصہ مذکور میں اسی

روحانی اور باطنی استعداد وصلاحیت کو ہی صاحب تحقیقات نبوت بالقوۃ سے تعبیر کرتے ہیں؟

اور روحانی نبوت (عالم ارواح میں عطا کی جانے والی نبوت) کے مسلوب اور معدوم نہ ہونے سے ان کی مراد کیا ہے؟

تو جواب نمبر ۳ میں ان تمام اُمور کی وضاحت کردی گئی ہے، ملاحظہ فرمائیں: ظاہر ہے کہ ہزاروں سال، تا آخر، پوری عبارت دوبارہ ملاحظہ فرمالیں۔

عبارت مذکورہ میں روحانی نبوت کو ہزاروں سال عالم ارواح کی حد تک تو تسلیم کیا ہے لیکن اس منصب نبوت کو دائمی ابدی اور لازوال تسلیم نہیں کیا بلکہ فقط چالیس سال بعد والی نبوت کو ان صفات سے موصوف مانا ہے۔

اور ولادت باسعادت سے بعثت مقدسہ تک کے درمیانی چالیس سال کے عرصہ کی نسبت واضح الفاظ میں لکھ دیا ہے کہ: درمیانی چالیس سال کا عرصہ کیا حیثیت رکھتا تھا؟ تو اس کو **القلیل کالمعدوم** کے حیز واحاطہ میں رکھتے ہوئے تعرض کی ضرورت بھی نہیں، اور اسی باطنی اور روحانی استعداد وصلاحیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہی اس عرصہ کی نبوت کو بالقوۃ سے تعبیر کردیا گیا۔ (تحقیقات)

عبارت مذکورہ اپنے مفہوم ومعنی میں خوب واضح ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہزاروں سال عالم ارواح میں نبی تھے اور عالم اجسام میں چالیس سال بعد دائمی، ابدی اور لازوال نبوت عطا ہوگئی تو درمیانی چالیس سال کے عرصہ میں نبی نہ تھے تو یہ عرصہ کیا حیثیت رکھتا ہے یہ تو القلیل کالمعدوم کے حکم میں ہے۔ تو تنویر الابصار میں اس عرصہ میں نبی نہ ہونے کی صراحت کرنے کی ضرورت بھی نہیں سمجھی گئی۔ البتہ اس عرصہ میں باطنی اور روحانی استعداد وصلاحیت ضرور موجود تھی تو اسی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس عرصہ کی نبوت

کو بالقوۃ سے تعبیر کر دیا گیا اور کہہ دیا گیا کہ چالیس سال تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم
بالقوۃ نبی تھے نہ یہ کہ عرصہ مذکور میں باطنی اور روحانی نبوت حقیقتاً موجود تھی۔
اور تحقیقات اشاعت ثانی میں جو لکھا ہے کہ: عالم ارواح والی نبوت سلب تو نہیں
ہوئی تھی۔
تو جواب مذکور سے اس عبارت کی وضاحت بھی ہوگئی ہے کہ صاحب تحقیقات کی
مراد یہ ہے کہ:
عالم ارواح والی نبوت عالم ارواح میں سلب نہیں ہوئی تھی۔ عالم ارواح کی حد تک
ہزاروں سالوں تک موجود تھی۔
اور عبارت مذکورہ سے یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ عالم ارواح والی نبوت عالم اجسام
میں بھی حقیقتاً ثابت اور موجود تھی۔ صرف ظہور نہ تھا۔ کیونکہ ان کے نزدیک قبل از بعثت کے
عرصہ چالیس سال میں صرف باطنی اور روحانی استعداد اور صلاحیت تھی اور اسی کو وہ نبوت
بالقوۃ سے تعبیر کرتے ہیں جیسا کہ قریب ہی صراحت گزر چکی ہے نہ یہ کہ منصب نبوت حقیقتاً
موجود تھا۔

ضروری تنبیہ:

حقائق مذکورہ سے واضح ہوا کہ تحقیقات کی عبارت: ''حالانکہ عالم ارواح والی نبوت
سلب تو نہیں ہوئی تھی'' کو صاحب تحقیقات کی طرف سے صریح نص قرار دینا کہ وہ عالم ارواح
والی نبوت کے سلب و زوال کے قائل نہیں ہیں۔
اگر تو اسے عالم ارواح کی حد تک نبوت کے سلب و زوال کا قائل نہ ہونے کی نص
قرار دیا جائے تو یہ بات ٹھیک ہے۔

اور اگر قبل عالم اجسام میں قبل از بعثت کے عرصہ میں سلب وزوال کا قائل نہ ہونے کی نص قرار دیا جائے تو یہ محض تحکم، سینہ زوری اور سراسر دھاندلی ہے جو کہ ہرگز قابل تسلیم نہیں ہے کیونکہ عرصہ مذکور میں عالم ارواح والی نبوت کے دائم و مستمر نہ ہونے کی اور مطلقاً نفی نبوت کی بکثرت تصریحات تحقیقات میں موجود ہیں جو آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

ایسے ہی تحقیقات کی عبارت: ''فقط روحانی اور باطنی رہ گئی تھی'' کو صاحبِ تحقیقات کی صریح اور روشن نص قرار دینا کہ: ان کے نزدیک وقت ولادت باسعادت سے عالم ارواح والی نبوت تو ثابت وموجود تھی لیکن ظاہر نہ تھی یعنی اس نبوت ثابتہ کے آثار ظاہر نہ تھے۔

اور نبوت بالقوۃ سے صاحبِ تحقیقات کی مراد یہ بتانا کہ: حقیقتاً نبوت تو ثابت تھی لیکن جسمانی اعتبار سے اس کے آثار ظاہر نہ تھے۔

یہ بھی سراسر تحکم اور سینہ زوری ہے، کیونکہ تحقیقات کی عبارات مذکورہ نے واضح کر دیا ہے کہ یہ عبارت ''فقط روحانی اور باطنی رہ گئی تھی'' اس کا ظاہری مدلول صاحبِ تحقیقات کی مراد ہرگز نہیں ہے کیونکہ انہوں نے خود واضح الفاظ میں اپنے موقف کی وضاحت کر دی ہے کہ ان کے نزدیک عرصۂ خاص میں صرف روحانی اور باطنی استعداد وصلاحیت موجود تھی اور اسی کو وہ نبوت بالقوۃ سے تعبیر کرتے ہیں۔ نہ یہ کہ حقیقتاً نبوت ثابت وموجود تھی بھلا ظاہر نہ تھی۔ لہذا عبارت مذکورہ کو نص قرار دینا حقائق کی روشنی میں ہرگز درست نہیں ہے۔

نوٹ: یہ عین منشا ہے کہ صاحبِ تحقیقات عالم ارواح والی نبوت کے سلب وزوال کے قائل نہ ہوں اور گزشتہ زندگی کی روشن عقیدگی کی طرح وقتِ ولادت باسعادت سے عالم ارواح والی نبوت، ثابت وموجود مانیں اور عرصۂ خاص میں صرف ظہور کی نفی کریں۔ لیکن اس کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ تحقیقات ونظریہ سے براءت اور ہدایۃ المتذبذب الحیر ان کی

ایسی عبارات سے رجوع۔

اور اگر کوئی مہربان یہ نظریہ اور عقیدہ تحقیقات سے ثابت کرنا چاہے تو یہ اس کی غلط فہمی اور خود فریبی ہوگی۔

(شبہ) عالم ارواح میں بالفعل نبی تسلیم کرنے کے بعد عالم اجسام میں چالیس سال بعد دوسری نبوت تسلیم کرنا عالم ارواح والی نبوت کے زوال کو مستلزم نہیں ہے۔

جواب: یہ بات درست ہے لیکن تحقیقات کا معاملہ اس سے مختلف ہے کیونکہ اس میں بکثرت ایسی تصریحات موجود ہیں جن میں عرصہ چالیس سال میں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی مطلقاً نفی اور انکار ہے اور یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ یہ نظریہ عالم ارواح والی نبوت کے زوال کو مستلزم ہے۔

تیسرا امر جو محاکمہ عطائیہ کی اساس اور بنیاد ہے

وہ فاضل محقق صاحبِ محاکمہ کا تمہیدی مقدمہ ہے جو کہ انہوں نے اپنی طرف سے سخاوت فرمایا ہے،

چنانچہ فاضل محقق رقمطراز ہیں کہ:

قبل ازیں کہ بندہ اختلاف لفظی کو بیان کرے اور ہر ایک کی مراد کو متعین کرے اس سے پہلے ایک تمہیدی مقدمہ ضروری ہے وہ یہ ہے کہ:

آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آمد سے پہلے جتنے انبیاء علیہم السلام تشریف لائے ان ادوار میں ایک نبی نبوت ظاہرہ کا ہوتا تھا جو شریعت اور احکام ظاہرہ کا مبلغ ہوتا تھا اور دوسرا نبی نبوت باطنی کا ہوتا تھا جیسے قرآن پاک میں حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا ذکر ہے۔

جب آپ کی آمد ہوئی تو نبوت باطنی اور نبوت ظاہرہ آپ پر منتہی ہوگئی اور آپ صلی اللہ علیہ والہ

وسلم نبوت باطنہ اور ظاہرہ ہر دو کے خاتم ہوئے اور آپ نبوت باطنی اور ظاہرہ ہر دو کے جامع ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت اور اعلان نبوت کے بعد نہ کوئی باطنی نبی پیدا ہوسکتا ہے اور نہ کوئی نبی نبوت ظاہرہ کا آسکتا ہے۔(محاکمہ عطائیہ ص ۶۔۷)

الجواب:

بتوفیق اللّٰہ تعالیٰ اقول: فاضل محقق کا بیان کردہ مقدمہ ضرور یہ پڑھ کر فقیر محو حیرت ہے کہ ایسے نازک ترین مسئلہ میں اتنی بڑی جسارت، جس کا تصور کرنے سے ہی کتاب وسنت کے خادم کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور بندہ کانپ جاتا ہے، مقدمہ مذکورہ بغور ملاحظہ فرمالیں:

نبوت کی تقسیم کی ہے کہ ایک نبوت ظاہرہ ہوتی ہے اور ایک نبوت باطنہ، پھر حضرات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہزاروں انبیاء مزید مان لئے ہیں اور یہ عقیدہ اور نظریہ پیش کردیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لےکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ہر دور میں ایک نبی نبوت ظاہرہ کا ہوتا تھا جو شریعت اور احکام ظاہرہ کا مبلغ ہوتا تھا اور دوسرا نبی نبوت باطنی کا ہوتا تھا۔

اور فاضل محقق کے نزدیک نبوت کے یہ دونوں قسم ایک دوسرے کے مبائن ہیں حتیٰ کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے انبیاء سابقین علیہم السلام میں سے آخر الرسل حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کسی ایک ذات میں یہ دونوں نبوتیں جمع نہیں ہوئیں۔

نمبرا: سوال یہ ہے کہ فاضل محقق کے نزدیک نبوت ظاہرہ کا نبی تو صرف شریعت اور احکام ظاہرہ کا مبلغ ہوتا تھا، تو نبوت باطنہ کی تعریف کرکے باطنی نبی کے فرائض منصبی کی نشاندہی بھی کردیں کہ وہ کیا کرتے تھے؟

نمبر۲: کیا حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا باقی ارباب شرائع

تمام انبیاء کرام ورسل عظام حتی کہ باقی اولوالعزم رسل کرام علیہم السلام بھی صرف نبوت ظاہرہ
کے نبی تھے اور نبوت باطنہ کے نبی نہ تھے، صرف ظاہری نبی تھے باطنی نبی نہ تھے؟ **لاحول ولا قوۃ الا باللہ**

کیا فاضل محقق کے نزدیک ان کی بیان کردہ تقسیم نبوت کی رو سے نبوت کے دونوں نوع سے متصف اور کامل نبی صرف اور صرف حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے اور باقی تمام مبلغین شریعت انبیاء کرام اور رسل عظام علیہم السلام کی ذوات مقدسہ میں نبوت کا صرف ایک نوع تھا اور یہ تمام حضرات نبوت باطنہ سے محروم ہی تھے؟

اور ایسے ہی انبیاء کی ایک نئی جماعت جو فاضل محقق نے بتائی ہے ان میں صرف باطنی نبوت تھی اور ظاہری نبوت سے محروم تھے؟

فقیر راقم الحروف کا جواب طلب سوال یہ ہے کہ فاضل محقق کا یہ دعویٰ کہ: شریعت اور احکام ظاہرہ کے مبلغین حضرات انبیاء سابقین علیہم السلام میں سے ہر ایک کے دور میں ایک نبی نبوت باطنی کا بھی ہوتا تھا۔

کیا فاضل محقق قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت پیش کر سکتے ہیں؟

یا کم از کم اسلاف کرام ائمۂ عظام اور علمائے اعلام کی تصریحات ہی پیش کر سکتے ہیں؟

جب ثبوت پیش نہیں کر سکتے اور ہرگز ہرگز پیش نہیں کر سکیں گے تو پھر کیا یہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر افتراء اور بہتان نہیں ہے کہ اس نے حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ہر نبی کے دور میں ایک باطنی نبی بھی مبعوث فرمایا تھا؟

کیا اپنی مرضی سے نبوت باطنی شروع کر دی ہے؟

کیا انبیاء کرام کا انتخاب بھی ان محققین کی منشاو مرضی پر ہو گیا ہے کہ جتنے چاہیں مقرر

کرلیں؟ لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ

نظریہ مذکورہ پر فاضل محقق کی دلیل:

چنانچہ رقمطراز ہیں کہ: جیسے قرآن پاک میں حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا ذکر ہے۔ (محاکمہ عطائیہ ص ۷)

الجواب:

بتوفیق اللّٰہ تعالیٰ اقول:

(نمبر۱) اگر بالفرض بقول فاضل محقق حضرت خضر علیہ السلام کو صرف نبوت باطنہ کا نبی فرض کر ہی لیں تو بھی اس سے یہ دعویٰ جو ایجابِ کلی کی صورت میں مقدمہ ضروریہ میں بیان کیا گیا ہے ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا۔

(نمبر۲) قرآن وحدیث کی نصوص کی روشنی میں بلاشبہ یہی امر حق وصواب ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام صرف ولی نہیں بلکہ نبی ہیں۔ پھر ان کے مرسل یا غیر مرسل ہونے کے بارے میں علماء اعلام کے درمیان اختلاف ہے جیسا کہ خادم کتب پر ہرگز مخفی نہیں ہے ۔تو جب علمائے اعلام کا ایک قول یہ ہے کہ وہ رسول بھی ہیں تو اس تقدیر پر شریعت اور احکام ظاہرہ کے مبلغ تو وہ بھی ہوئے اور ان کا قطعی طور پر غیر مبلغ ہونا تو ہرگز ثابت نہ ہوا جو کہ فاضل محقق کا موقف اور مدعیٰ ہے لہذا یہ استدلال سرے سے ہی باطل ہوگیا۔

(نمبر۳) تحقیقات میں تو ایک عرصہ تک تبلیغِ احکام نہ پائے جانے کی وجہ سے عرصۂ خاص میں حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی مطلقاً نفی متعدد بار کی گئی ہے لیکن اب محاکمہ میں ہر مبلغ شریعت نبی کے دور میں ایک ایسے نبی کا پایا جانا بتایا جا رہا ہے جو شریعت اور احکام ظاہرہ کا بالکل مبلغ نہ ہوتا تھا۔ اب فاضل محقق سے سوال یہ ہے کہ

فیصلہ بھی کر دیں کہ صاحب تحقیقات کا موقف درست ہے یا فاضل محقق کا؟

(نمبر۴) کیا فاضل محقق بتائیں گے کہ قبل از طوفان، حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ کا دورانیہ جو کہ ہزار سال کے قریب ہے اس میں حضرت نوح علیہ السلام کے علاوہ بھی کوئی نبی موجود تھا اور وہ صرف باطنی نبی تھا اور ایسے ہی سفینہ نوح میں آپ کے علاوہ بھی کوئی نبی موجود تھا؟

نام کی تعیین نہ سہی تو کیا صرف دوسرا نبی موجود ہونا ہی ثابت کر سکتے ہیں؟

(نمبر۵) حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی ذوات مقدسہ کمالات ظاہرہ اور باطنہ کی جامع ہوتی ہیں اور امتوں کے لئے باطنی کمالات کے حصول کا ذریعہ اور واسطہ فیض بھی وہی نفوس قدسیہ ہوتے ہیں اور شریعت اور احکام ظاہرہ کے مبلغ ہوتے ہیں اس لئے فاضل محقق کو انبیاء کی ایک نئی جماعت ثابت کرنے کی زحمت اٹھانے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جواب دہی نہایت ہی مشکل ہو جائے گی کیونکہ یہ نہایت ہی نازک ترین مسئلہ ہے۔

ہمدردانہ اپیل ہے کہ اہل اسلام پر رحم کریں وہ تو پہلے ہی بڑے مظلوم ہیں اور اس نئے اسلام کی تبلیغ نہ کریں کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے ہر دور میں ایک نبی مبلغ شریعت ہوتا تھا اور دوسرا نبی نبوت باطنی کا ہوتا تھا جو کہ غیر مبلغ ہوتا تھا۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم

نتیجہ کلام

مذکور تین امور جو محاکمہ عطائیہ کی اساس اور بنیاد ہیں وہ تینوں ہی حقائق کی روشنی میں جب خلاف واقع اور غلط ہیں۔

کیونکہ فاضل محقق کا بیان کردہ مدعی، درحقیقت صاحب تحقیقات کا اصل مدعی نہیں ہے اور عرصۂ خاص میں عالم ارواح والی نبوت کے سلب وزوال کے بارے میں فاضل محقق کا بیان کردہ نظریہ صاحب تحقیقات کا اصل نظریہ اور عقیدہ نہیں ہے کیونکہ تحقیقات کے مندرجات کی روشنی میں ان کا اصل مدعی عرصۂ خاص میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی مطلقاً نفی اور انکار ہے

اور یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ یہ نظریہ عالم ارواح والی نبوت کے زوال پذیر ہونے کو مستلزم ہے۔

ایسے ہی فاضل محقق کا تمہیدی مقدمہ بھی محض بے اصل بات ہے اور مسئلہ نبوت میں بہت بڑی جسارت کا مظاہرہ ہے۔

تو ان امور پر مبنی محاکمہ کا خلاف واقع اور غلط ہونا ایک لازمی امر ہے کیونکہ یہ تو بناء الفاسد علی الفاسد کے قبیل سے ہے۔

بفضلہٖ تعالیٰ روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ فاضل محقق کا دونوں کتابوں کے درمیان اختلاف لفظی بتانا بالکل غلط اور خلاف واقع بات ہے۔ و للہ الحمد فی الاولی والآخرۃ

محاکمہ عطائیہ کا خلاصہ اور اس کا اجمالی جواب:

فاضل محقق کے محاکمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ: فریق اول (صاحب تحقیقات) نے جو کہا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقت ولادت سے بعثت مقدسہ تک بالفعل نبی نہیں تھے تو ان کی مراد نبوت ظاہرہ کی نفی ہے اور فریق ثانی بھی اس کو مانتا ہے۔

اور فریق ثانی نے جو کہا ہے کہ: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقت ولادت سے بالفعل نبی تھے تو ان کی مراد نبوت باطنہ ہے اور اس کو فریق اول بھی مانتا ہے۔

فریق اول کے نزدیک بالفعل نبوت اور معنی میں ہے اور فریق ثانی کے نزدیک اور معنی میں ہے اور نفی اور اثبات ایک نسبت پر واقع نہیں ہے لہذا اختلاف لفظی ہے کیونکہ درحقیقت صاحب تحقیقات اور ان کے مخالفین کا نظریہ اور عقیدہ ایک ہی ہے۔

الجواب:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول: محاکمہ مذکورہ سے صاف ظاہر ہے کہ فاضل محقق یہ تاثر دے رہے ہیں کہ ان کا تمہیدی مقدمہ فقیر کے نزدیک بھی اسلام میں مسلمات سے ہے اور فاضل محقق کی بیان کردہ نبوت اور انبیاء کی تقسیم کو فقیر بھی حق سمجھتا ہے۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ فاضل محقق کی یہ اختراعی اور خود ساختہ تقسیم ہے، قرآن وحدیث سے اس کو ہرگز ثابت نہیں کر سکتے۔

اور فاضل محقق کا یہ دعویٰ کہ صاحب تحقیقات کا نظریہ فقیر مانتا ہے اور فقیر کے نظریہ سے صاحب تحقیقات کو اختلاف نہیں ہے۔

اس کا حقیقت واقعیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

فقیر راقم الحروف کا موقف تو وہی ہے جو جمہور اکابر علمائے امت کا ہے اور وہ بالکل صاف اور واضح ہے کہ:

حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ کے مطابق عالم ارواح میں آپ کو منصب نبوت اور مرتبہ نبوت عطا فرما دیا گیا۔

اور اس بات پر بھی اہل حق کا اجماع ہے کہ منصب نبوت اور مرتبہ نبوت عطا ہونے کے بعد اس کا چھین لیا جانا یا زوال پذیر ہونا ناممکن ہے۔

لہذا عالم ارواح سے ابد تک حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالفعل اور حقیقی

نبی ہیں اور اس میں نزول قرآن کریم سے قبل چالیس سال کا عرصہ بھی داخل ہے البتہ اس عرصہ میں آپ پر فرائض نبوت نازل نہیں فرمائے گئے تھے۔ فرائض نبوت کا نزول دوسری نبوت عطا ہونے اور بعثت مقدسہ ہونے کے بعد ہوا اور آپ ان کی ادائیگی کے مکلف فرمائے گئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بامر اللہ تعالیٰ نبوت کا اعلان اور اظہار بھی فرمایا۔

اور اکابر علمائے امت کا ہرگز یہ موقف نہیں ہے کہ عالم ارواح میں دو نبوتیں عطا ہوئی تھیں اور جو نبوت بالفعل اور ظاہرہ تھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عالم اجسام میں جلوہ گر ہونے سے اس پر بشریت کا پردہ آ گیا تھا تو اس کی وجہ سے وہ چھپ گئی تھی اور مغلوب ہو گئی تھی اور فقط روحانی اور باطنی رہ گئی تھی۔

ضروری تنبیہ:

عالم ارواح میں دو نبوتیں عطا کئے جانے والا موقف فاضل محقق کے محاکمہ سے خوب واضح ہے کیونکہ وہ عالم ارواح میں حضور محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے نبوت ظاہرہ بھی تسلیم کرتے ہیں اور اس کے ساتھ قبل از بعثت کے عرصہ میں اس کی نفی بھی حق جانتے ہیں اور اس عرصہ خاص میں باطنی نبوت ثابت و موجود مانتے ہیں اور یہ موقف دراصل تحقیقات کی ایک عبارت سے انہوں نے اخذ کیا ہے جسے وہ صاحب تحقیقات کی طرف سے روشن اور صریح نص قرار دیتے ہیں۔

لیکن یہ بات باعث تعجب ہے کہ صاحب تحقیقات کی مراد ہرگز وہ نہیں ہے جو ان کی عبارت سے صاحب محاکمہ نے سمجھی ہے کیونکہ صاحب تحقیقات تو یہ کہنا چاہتے ہیں کہ: عالم ارواح میں جو نبوت بالفعل تھی اور اس کے آثار عملی طور پر ظاہر تھے وہ بشریت کے پردہ کی وجہ سے مغلوب اور مستور ہو گئی تھی اور فقط روحانی اور باطنی استعداد و صلاحیت رہ گئی تھی اور ان کا یہ

نظریہ نہیں ہے کہ عالم ارواح میں حقیقتاً دو نبوتیں عطا فرمائی گئی تھیں۔

کیونکہ تحقیقات میں دوسری جگہ یہ صراحت کردی گئی ہے کہ عرصۂ خاص میں روحانی اور باطنی استعداد و صلاحیت تھی اور اسی کو وہ نبوت بالقوۃ سے تعبیر کرتے ہیں۔ حقیقتاً منصب نبوت کے بدستور ثابت و موجود ہونے کے ہرگز قائل نہیں ہیں جیسا کہ تحقیقات سے تصریحات گزر چکی ہیں۔

فاضل محقق سے جواب طلب سوال:

(۱) فاضل محقق کے دعویٰ کے مطابق کہ صاحب تحقیقات کے نزدیک عرصۂ خاص میں روحانی اور باطنی نبوت ثابت و موجود تھی عالم ارواح والی نبوت سلب اور زائل نہیں ہوئی تھی۔

تو سوال یہ ہے کہ اس بات کی وضاحت بھی کردیں کہ وہ کونسی نبوت ہے جس کے ثابت و موجود ہوتے ہوئے تحقیقات میں عرصۂ خاص میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی مطلقاً نفی اور انکار کی گردان شروع کررکھی ہے اور اس عرصہ میں آپ کے نبی ہونے کا دعویٰ ہی ناقابل تسلیم قرار دیا ہے؟

(۲) کیا نبوت ثابت و موجود ماننے کا یہی معنیٰ ہے؟

(۳) کیا منصب نبوت اور مرتبہ نبوت جس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم ارواح میں حقیقتاً فائز فرمادیے گئے تھے اس پر بشریت کا پردہ آگیا تھا؟

کسی غیر معقول بات ہے جسے اعلیٰ درجہ کی تحقیق سمجھا جارہا ہے۔

حاصل کلام:

فاضل محقق کا یہ بیان بالکل غلط اور خلافِ واقع ہے کہ فقیر نے نبوتِ مصطفیٰ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم الخ میں اکابر علمائے امت کا جو عقیدہ پیش کیا ہے تحقیقات میں بھی وہی ہے
،صرف عنوان اور تعبیر جدا جدا ہے، نتیجہ اور مآل ایک ہی ہے، اور اختلاف لفظی ہے۔انا للہ
وانا الیہ راجعون

محاکمہ عطائیہ کا تفصیلی جائزہ

آیا صاحب تحقیقات کے نزدیک وقت ولادت سے
چالیس سال تک نبوت باطنہ تھی؟

چنانچہ فاضل محقق رقمطراز ہیں کہ:

اب ہم فریق ثانی سے پوچھتے ہیں کہ تم جو کہتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم
وقت ولادت سے نبی تھے اس سے تمہاری کیا مراد ہے نبوت باطنہ یا نبوت ظاہرہ؟ اگر
فرمائیں کہ ہماری مراد نبوت سے نبوت باطنہ ہے تو پھر ٹھیک ہے وقت ولادت سے چالیس
سال تک نبوت باطنہ تھی اس کو فریق اول (صاحب تحقیقات) بھی مانتا ہے۔چنانچہ تحقیقات
کے صفحہ ۶۰ پر تحریر کرتے ہیں حالانکہ عالم ارواح والی نبوت سلب تو نہیں ہوئی تھی۔اس عبارت
کا واضح مطلب یہی ہے کہ عالم ارواح والی نبوت اس عرصہ خاص میں ثابت موجود و محقق تھی
صرف یہ کہ پردہ بشریت سے مستور ہو گئی تھی۔چنانچہ اسی صفحہ ۶۰ پر ان کی صاف روشن نص
موجود ہے جس مقام پر فرماتے ہیں:

(لہذا وہاں جو نبوت بالفعل تھی اور اس کے آثار عملی طور پر ظاہر تھے وہ بشریت کے
پردہ اور حجاب کی وجہ سے مغلوب و مستور ہو گئی تھی اور فقط روحانی اور باطنی رہ گئی تھی)

اس عبارت کا واضح مطلب یہی ہے کہ اس عرصہ خاص میں نبوت باطنی موجود تھی اور
لفظ فقط سے نفی کس کی ہو رہی ہے؟ یعنی اس کی کہ جسمانی اور ظاہرہ نہ تھی۔(محاکمہ عطائیہ ص ۷۔۸)

الجواب:

بتوفیق اللہ تعالٰی اقول: تحقیقات کے مندرجات کی روشنی میں صاحب تحقیقات عالم ارواح والی نبوت کے عالم اجسام میں حقیقتاً ثابت وموجوداور دائم ومستمر ہونے کے ہرگز قائل نہیں ہیں جیسا کہ تحقیقات کی متعدد تصریحات گزر چکی ہیں ان سے ان کا نظریہ روز روشن کی طرح واضح ہے۔

رہا فاضل محقق کا یہ دعویٰ کہ صاحب تحقیقات کے نزدیک عالم ارواح والی نبوت سلب اور زائل نہیں ہوئی تھی ،اس عرصہ خاص میں ثابت موجود ومتحقق تھی صرف یہ کہ پردہ بشریت سے مستور ہوگئی تھی۔

تو فاضل محقق سے جواب طلب سوال یہ ہے کہ:

عالم ارواح میں حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو نبوت عطا فرمائی گئی کیا وہ نبوت ظاہرہ تھی یا باطنہ یا ہر دو نبوتیں آپ کو عطا کر دی گئیں؟ اگر نبوت ظاہرہ تھی تو فاضل محقق کو خود اس بات کا اعتراف ہے کہ صاحب تحقیقات کے جملہ دلائل اور تائیدات اس عرصہ خاص میں نبوت ظاہرہ کی نفی پر ہیں۔

تو اس سے عالم ارواح والی نبوت کی نفی اور سلب وزوال کا عقیدہ تو ثابت ہو گیا۔

اور اگر نبوت ظاہرہ اور باطنہ دونوں عطا کر دی گئی تھیں تو بھی ایک نبوت (نبوت ظاہرہ) کی نفی اور سلب وزوال کا عقیدہ تو ثابت ہو گیا۔

اور اگر صرف باطنی نبوت عطا کی گئی تھی تو اولاً گزارش یہ ہے

کیا فاضل محقق اس پر کتاب وسنت سے کوئی دلیل بھی پیش کر سکتے ہیں یا یہ فاضل محقق کا محض عندیہ ہی ہے؟

ثانیاً: عالم ارواح کے حسبِ حال وہاں فرائض نبوت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذمہ ہوں اور آپ نے ان کی ادائیگی بھی فرمائی ہو تو اس کی نفی پر کیا دلیل ہے؟

ثالثاً: اگر عالم ارواح میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صرف باطنی نبوت عطا فرمائی گئی تھی تو صاحب تحقیقات کی عبارت جسے فاضل محقق نے صاف اور روشن نص قرار دیا ہے کہ:

لہذا وہاں جو نبوت بالفعل تھی، تا آخر۔

یہ عبارت فاضل محقق کے نظریہ کی تردید کر رہی ہے کیونکہ اس عبارت میں صاحب تحقیقات نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کا بالفعل ہونا اور عملی طور پر اس کے آثار ظاہر ہونا تسلیم کیا ہے۔ تو کیا یہ نبوت ظاہرہ نہیں ہے؟

پھر صاحب تحقیقات نے اس نبوت کا بشریت کے پردہ اور حجاب کی وجہ سے مغلوب و مستور ہو جانا اور فقط روحانی اور باطنی رہ جانا بتایا ہے۔

قطع نظر اس سے کہ عبارت مذکورہ کا حقیقت واقعیہ سے کچھ تعلق ہے یا نہیں، تاہم فاضل محقق کے محاکمہ کا رکن اعظم تو یہی عبارت ہے۔

اور فاضل محقق نے خوب وضاحت سے لکھا ہے کہ: (عبارت مذکورہ میں) اور اس کے آثار عملی طور پر ظاہر تھے۔ لفظ ''بالفعل'' کی تفسیر ہیں۔

یعنی نبوت بالفعل کا معنیٰ یہ ہے کہ اس کے آثار عملی طور پر ظاہر ہوں۔

اور اس بات کی بھی صراحت کی ہے کہ: صاحب تحقیقات کے نزدیک وقت ولادت سے چالیس سال تک آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت بالفعل نہیں تھی۔ تو اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ نبوت ظاہرہ نہ تھی، نبوت باطنہ تھی اور یہ بات درست ہے۔

(تفصیلی عبارات شروع میں گزر چکی ہیں دوبارہ ملاحظہ فرمالیں)

مذکورہ تصریحات سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جس نبوت کے آثار عملی طور پر ظاہر ہوں فاضل محقق کی اصطلاح میں وہ نبوت ظاہرہ ہے۔ جبکہ صاحب تحقیقات نے عالم ارواح میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کے آثار عملی طور پر ظاہر ہونا تسلیم کیا ہے۔

اور فاضل محقق کی پیش کردہ روشن نص کے آخر میں ہے کہ:

فقط روحانی اور باطنی رہ گئی تھی (تحقیقات) تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ روحانی اور باطنی نبوت بھی عالم ارواح میں عطا کی گئی تھی، تبھی تو عرصہ خاص میں فقط وہ رہ گئی تھی۔ جیسا کہ فاضل محقق کے نزدیک اس عبارت کا معنی اور مفہوم ہے۔

خلاصۂ کلام:

فاضل محقق کی تحقیق کے مطابق ان کی پیش کردہ روشن نص میں صاحبِ تحقیقات نے عالم ارواح میں آپ ﷺ کے لئے نبوت ظاہرہ وباطنہ تسلیم کی ہے لہذا سوال کی تیسری شق اختیار کرنے پر فاضل محقق کا نظریہ باطل ہوگیا۔ اور فاضل محقق کے نزدیک نبوت ظاہرہ اور باطنہ اس حد تک ایک دوسری سے مختلف ہے کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تک کسی ایک ذات میں دونوں نبوتیں جمع نہیں ہوئیں۔

جب فاضل محقق کی تحقیق کے مطابق صاحبِ تحقیقات نے عالم ارواح میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دونوں نبوتیں تسلیم کی ہیں۔

اور فاضل محقق نے اس بات کی صراحت بھی کی ہے کہ انہوں نے عرصہ خاص میں نبوت ظاہرہ کی نفی کی ہے۔ تو اب نتیجہ روز روشن کی طرح واضح ہے کہ: صاحب تحقیقات نے عالم ارواح میں عطا کی جانے والی نبوت ظاہرہ کی نفی کر کے واضح کر دیا ہے کہ ان کے نزدیک نبوت ظاہرہ زائل ہوگئی تھی۔ تو اس سے نبوت کے سلب وزوال کا نظریہ تو ثابت ہوگیا لہذا

فاضل محقق کا دعویٰ خلاف واقع اور غلط ہے۔

اسی طرح فاضل محقق کا یہ دعویٰ کہ صاحب تحقیقات کے نزدیک عرصہ خاص میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت باطنہ ثابت موجود و متحقق تھی، بھی خلافِ واقع بات ہے کیونکہ تحقیقات میں ایسی تصریحات بکثرت موجود ہیں جن میں عرصہ خاص میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی مطلقاً نفی اور انکار کیا گیا ہے۔

کیا جس ہستی کے لئے باطنی ثبوت ثابت ہو اس کے نبی ہونے کی مطلقاً نفی کرنا درست ہوتا ہے؟

اور اس کے نبی ہونے کا دعویٰ نا قابل تسلیم ہوتا ہے؟ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

اگر نبوت باطنہ ماننے کا یہی معنی ہے تو پھر نبوت باطنہ کے انکار کرنے کا معنی بھی بیان فرمادیں تا کہ طالب علم بھی سمجھ سکیں؟

مسئلہ نبوت کا مختصر خلاصہ:

عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ نے حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقت منورہ اور روح اقدس کو جب حقیقتاً منصب نبوت اور مرتبہ نبوت پر فائز فرمادیا تھا اور صاحب تحقیقات بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں۔

اور یہ بات بھی روز روشن کی طرح واضح ہے کہ منصب نبوت و مرتبہ نبوت اللہ تعالیٰ کے حضور ایک عظمت اور شان والا مقام اور درجہ ہے جو مخلوق کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فضیلت اور عظمت کا سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے۔

اور عالم بشریت میں جلوہ گری پر جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح اقدس آپ کے جسم اطہر میں پھونکی گئی تو مرتبہ نبوت پر بدستور فائز ہی تھی اور عظمت و شان کا وہ درجہ

اور مقام اللہ تعالیٰ کے حضور اس کو حاصل ہی تھا۔

لہٰذا عرصہ خاص میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقتاً اور بالفعل مرتبہ نبوت پر بدستور فائز ہی تھے۔ اور مرتبہ نبوت آپ ﷺ کی روح اقدس کے ساتھ کوئی امر منضم محسوس نہیں ہے کہ جب روح اقدس نے بدن شریف میں حلول کیا تو ساتھ وہ امر منضم بھی تھا تو اس پر بشریت کا پردہ آگیا جس کے نیچے مرتبہ نبوت چھپ گیا تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح اقدس، آپ کے جسم اطہر میں حلول وسریان اور پھونکے جانے کے وقت بھی منصب نبوت اور مرتبہ نبوت پر فائز ہی تھی تو عرصہ خاص میں آپ کے نبی ہونے کا انکار کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔

اور یہ بات بھی خوب واضح ہے کہ تبلیغ احکام وغیرہ ظہور نبوت ہے اور قبل از بعثت تبلیغ احکام بلکہ نزول احکام نہ پائے جانے میں ہرگز نزاع اور اختلاف نہیں ہے۔

بفضلہٖ تعالیٰ اس بیان سے واضح ہوا کہ صاحب تحقیقات کا عالم ارواح والی نبوت کو بشریت کے پردہ اور حجاب کی وجہ سے مغلوب ومستور بتانا، اور عرصہ خاص میں آپ کے نبی ہونے کی مطلقاً نفی کرنا، ایک غیر معقول اور بے معنی بات ہے۔ اور جو حضرات مسئلہ کی نوعیت پر غور وفکر کرنے کی بجائے اس غیر معقول بات کو اعلیٰ درجہ کی تحقیق سمجھ رہے ہیں وہ اس کے محاسن بیان کرنے میں لگے ہوئے ہیں جس کی وجہ صرف یہی ہے کہ انہوں نے ایسی تعبیر پہلے نہیں سنی تھی۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم

فاضل محقق کی پیش کردہ روشن نص کا مفہوم ومعنیٰ

اور صاحب تحقیقات کی مراد کا بیان

لہٰذا وہاں جو نبوت بالفعل تھی اور اس کے آثار عملی طور پر ظاہر تھے وہ بشریت کے

پردہ اور حجاب کی وجہ سے مغلوب و مستور ہو گئی تھی اور فقط روحانی اور باطنی رہ گئی تھی اور جسمانی اعتبار سے بالقوۃ رہ گئی۔ (تحقیقات اشاعت ثانی ص ۶۰)

عبارت مذکورہ کا معنوی اعتبار سے معقول یا غیر معقول ہونا الگ مسئلہ ہے لیکن اس کا مفہوم اور صاحب کلام کی مراد تحقیقات کی تصریحات کی روشنی میں پہلی نظر سے ہی خوب واضح ہے چنانچہ ملاحظہ فرمائیں:

عبارت مذکورہ کا پہلا حصہ یہ ہے کہ:

لہذا وہاں (عالم ارواح میں) جو نبوت بالفعل تھی اور اس کے آثار عملی طور پر ظاہر تھے

اس میں دوسرے فقرہ کے شروع میں لفظ "اور" تفسیر یہ ہرگز نہیں ہے۔ یعنی "اس کے آثار عملی طور پر ظاہر تھے" یہ فقرہ نبوت بالفعل کی تفسیر نہیں ہے۔ بلکہ ان دو فقروں میں عالم ارواح والی نبوت کے دو حال بیان کئے گئے ہیں۔

نمبر ۱ وہ نبوت بالفعل تھی نمبر ۲ اس کے آثار عملی طور پر ظاہر تھے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ: عالم ارواح میں حضور محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت بالفعل ہونے سے صاحب تحقیقات کی کیا مراد ہے؟

تو تحقیقات کی تصریحات کی روشنی میں روز روشن کی طرح واضح ہے کہ: حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی نبوت عالم ارواح میں بالفعل تھی۔

اس سے مراد یہ ہے کہ: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی نبوت خارج میں موجود متحقق تھی نہ کہ صرف علم الٰہی میں بخلاف دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے،

چنانچہ ملاحظہ فرمائیں: محبوب کریم علیہ السلام عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے اور انبیاء علیہم السلام اس دیس میں آپ سے استفادہ فرماتے تھے۔

انبیاء علیہم السلام کی نبوت خارج میں موجود و متحقق نہیں تھی صرف علم الہی میں نبی تھے جبکہ آپ بالفعل اور خارج میں نبی تھے اور انبیاء و رسل اور ملائکہ کے مربی اور فیض رساں تھے۔

(تحقیقات اشاعت اول ص ۲۶)

عبارت منقولہ بغور ملاحظہ کرلیں۔ اس کے بعد صاحب تحقیقات ۔ کے نزدیک نبوت بالفعل کے معنی و مراد میں کوئی ابہام باقی رہا ہی نہیں۔

اور عبارت مذکورہ میں دوسرا فقرہ یہ ہے کہ: اور اس کے آثار عملی طور پر ظاہر تھے۔ اس میں عالم ارواح والی نبوت کے دوسرے حال کا بیان ہے کہ: اس کے آثار عملی طور پر ظاہر تھے

جیسا کہ تحقیقات ص ۲۶ سے عبارت منقولہ میں ہے کہ:

اور انبیاء علیہم السلام اس دیس میں آپ سے استفادہ فرماتے تھے۔

نیز: اور انبیاء و رسل اور ملائکہ کے مربی اور فیض رساں تھے۔

ضروری تنبیہ:

عبارت مذکورہ میں یہ فقرہ کہ: اور اس کے آثار عملی طور پر ظاہر تھے۔

نبوت بالفعل کی تفسیر ہرگز نہیں ہے۔ کیونکہ نبوت کے بالفعل یعنی خارج میں موجود و متحقق ہونے اور عملی طور پر اس کے آثار ظاہر ہونے کے درمیان نہ ہی تساوی ہے اور نہ ہی ملازمہ ہے کہ ایک کا تحقق اور ثبوت دوسرے کے بغیر ناممکن ہو۔ بلکہ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ نبوت بالفعل یعنی خارج میں موجود و متحقق ہو جائے لیکن ایک وقت تک عملی طور پر اس کے آثار ظاہر نہ ہوں، جیسا کہ عالم اجسام میں قرآن کریم کی پہلی وحی کے نزول کے ساتھ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی دوسری نبوت کا بالفعل اور خارج میں موجود و متحقق ہونا تسلیم کرنا ضروریات دین اور قطعیات اسلام سے ہے جبکہ عملی طور پر آثار کا ظہور ایک عرصہ

کے بعد ہوا۔ البتہ عملی طور پر نبوت کے آثار کا ظہور، نبوت کے بالفعل اور خارج میں موجود اور محقق ہونے کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

دوسرے الفاظ میں یوں کہہ لیجئے کہ: نبوت کا بالفعل ہونا، نبوت کا خارج میں ثبوت وتحقق ہے۔

اور عملی طور پر اس کے آثار ظاہر ہونا، ظہور نبوت ہے۔

جبکہ فاضل محقق صاحب محاکمہ نے محض تحکم اور سینہ زوری سے اسے نبوت بالفعل کی تفسیر قرار دیدیا ہے۔

فاضل محقق کی پیش کردہ روشن نص میں عبارت مذکورہ کے بعد یہ ہے کہ: وہ بشریت کے پردہ اور حجاب کی وجہ سے مغلوب ومستور ہو گئی تھی اور فقط روحانی اور باطنی رہ گئی تھی اور جسمانی اعتبار سے بالقوۃ رہ گئی۔ (تحقیقات اشاعت ثانی ص ۴۰)

اس عبارت کا مفہوم ومعنی اور متکلم کی مراد بھی خوب واضح ہے کہ:

اس سے پہلے جو بیان کیا ہے کہ: عالم ارواح میں جو نبوت بالفعل اور خارج میں موجود ومحقق تھی اور عملی طور پر اس کے آثار ظاہر تھے۔

تو عبارت مذکورہ میں حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی عالم اجسام میں جلوہ گری پر، اس نبوت کے بارے میں تین اُمور بیان کئے ہیں۔

(نمبر۱) وہ نبوت بالفعل، بشریت کے پردہ اور حجاب کی وجہ سے مغلوب ومستور ہو گئی تھی

(نمبر۲) فقط روحانی اور باطنی رہ گئی تھی۔

(نمبر۳) جسمانی اعتبار سے بالقوۃ رہ گئی۔

ضروری وضاحت:

بالقوہ چونکہ بالفعل کا مقابل ہے تو جب عالم ارواح میں نبوت بالفعل ہونے کی تفسیر صاحب تحقیقات کی طرف سے بڑی وضاحت کے ساتھ آچکی ہے کہ: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی نبوت خارج میں موجود و متحقق تھی۔

تو اب صاحب تحقیقات کے نزدیک قبل از بعثت کے عرصہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت بالفعل نہ تھی اور بالقوۃ تھی۔ اس سے ان کی مراد بھی واضح ہے کہ عرصہ خاص میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی نبوت خارج میں موجود و متحقق نہ تھی۔

اب عبارت مذکورہ سے صاحب تحقیقات کی مراد کے بارے میں گزارشات:

الف: عالم ارواح والی نبوت بالفعل بشریت کے پردہ اور حجاب کی وجہ سے مغلوب و مستور ہونے سے صاحب تحقیقات کی کیا مراد ہے؟

تو تحقیقات کی تصریحات کی روشنی میں خوب واضح ہے کہ اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ: عالم ارواح والی نبوت بالفعل، عرصہ خاص میں بالفعل اور خارج میں موجود و متحقق نہ تھی جیسا کہ تحقیقات میں لکھا ہے کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقت ولادت سے بالفعل نبی نہیں تھے۔ اور عرصہ خاص میں نبوت بالفعل نہ ہونے کی بکثرت تصریحات تحقیقات میں موجود ہیں اور اسی وجہ سے چالیس سال تک مطلقاً نفی نبوت اور انکار نبوت کی گردان کی ہے۔

ب: پہلے فقرہ سے ان کی مراد کے بیان کے ساتھ دوسرے اور تیسرے فقرہ سے مراد خود ہی واضح ہو گئی ہے اور اس طرح کہ:

صاحب تحقیقات کے نزدیک عالم ارواح والی نبوت بالفعل، عرصہ خاص میں بالفعل اور خارج میں موجود و متحقق نہیں رہ گئی تھی۔ اور فقط روحانی اور باطنی رہ گئی تھی۔

اور یہ بات خوب ظاہر ہے کہ جب نبوت کے بالفعل اور خارج میں موجود و متحقق ہونے کی نفی کر کے فقط روحانی اور باطنی رہ جانا تسلیم کیا ہے۔ تو اس سے صاحب کلام کی مراد واضح ہے کہ ان کے نزدیک جو نبوت بالفعل اور خارج میں موجود و متحقق نہیں ہے۔ اسے انہوں نے روحانی اور باطنی سے تعبیر کر لیا ہے اور اس عبارت میں لفظ ''فقط'' کے حصر سے بھی یہی بیان کرنا مقصود ہے کہ صرف روحانی اور باطنی رہ گئی تھی، خارج میں موجود و متحقق ہرگز نہ تھی۔

اب دین متین کے خادمین پر ہرگز پوشیدہ نہیں ہے کہ جس نبوت کا خارج میں وجود اور تحقق ہی نہیں ہے وہ حقیقی نبوت نہیں ہے اس پر نبوت کا اطلاق مجازاً ہوگا۔

اور حقیقتاً روحانی اور باطنی کونسی چیز رہ گئی تھی؟ تو تحقیقات میں دوسرے مقام پر صراحت کر دی ہے کہ عرصہ خاص میں نبوت کی باطنی اور روحانی استعداد و صلاحیت موجود تھی چنانچہ ملاحظہ فرمائیں:

اسی باطنی اور روحانی استعداد و صلاحیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہی اس عرصہ کی نبوت کو بالقوۃ سے تعبیر کر دیا گیا۔ (تحقیقات اشاعت ثانی ص ۳۵۵)

نوٹ: پوری عبارت گزر چکی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

ج: اب تیسرے فقرہ: ''اور جسمانی اعتبار سے بالقوۃ رہ گئی'' سے مرادِ متکلم واضح ہوگئی کہ: عالم اجسام میں عرصہ خاص میں عالم ارواح والی بالفعل نبوت، بالقوۃ رہ گئی یعنی نبوت خارج میں حقیقتاً موجود و متحقق تو نہ رہی البتہ باطنی اور روحانی استعداد و صلاحیت رہ گئی تھی تو اسی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس عرصہ کی نبوت کو بالقوۃ سے تعبیر کر دیا گیا اور کہہ دیا گیا کہ جسمانی اعتبار سے بالقوۃ رہ گئی۔

ضروری تنبیہ:

فقط روحانی اور باطنی رہ گئی تھی۔اس عبارت سے صاحب تحقیقات کی مراد یہ ہونا ممکن ہی نہیں ہے کہ:عالم ارواح والی نبوت بالفعل قبل از بعثت کے عرصہ میں حسب سابق خارج میں حقیقتاً موجود اور ثابت تھی۔

نمبر۱: اس لئے کہ اس کے بعد والے فقرہ میں انہوں نے عالم اجسام کے اعتبار سے اسے بالقوۃ مانا ہے اور بالقوۃ سے ان کی مراد کا بیان ابھی گزرا کہ نبوت خارج میں حقیقتاً موجود و محقق نہ تھی البتہ باطنی اور روحانی استعداد اور صلاحیت تھی۔

نمبر۲: اگر عالم ارواح والی نبوت خارج میں حقیقتاً موجود اور ثابت تسلیم کرتے تو تحقیقات لکھنے کی ضرورت ہی کیوں پیش آئی؟

نمبر۳: اگر یہی نظریہ ہے تو قبل از بعثت کے عرصہ میں مطلقاً نفی نبوت اور انکار نبوت کی گردان کیوں کی ہے؟

جبکہ فاضل محقق صاحب محاکمہ نے عبارت مذکورہ کو صاحب تحقیقات کی روشن نص قرار دیا ہے کہ ان کے نزدیک عالم ارواح والی نبوت موجود و ثابت تھی لیکن ظہور نہ تھا۔انا للہ وانا الیہ راجعون

اگر ایسا ہی ہے تو پھر اختلاف اور نزاع کا سبب کیا ہے؟

یہ تھا فاضل محقق کی پیش کردہ روشن نص کا مفہوم ومعنی اور صاحب تحقیقات کی مراد کا بیان

فاضل محقق اور تحقیقات کی عبارات کی انوکھی تشریح

فاضل محقق صاحب محاکمہ نے تحقیقات کی مذکورہ عبارات کی تشریح کی ہے جو محاکمہ کی صورت میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

ایک نظر اس کا جائزہ بھی لیتے ہیں تا کہ ناظرین حضرات فاضل محقق کے محاکمہ کی تحقیق سے مزید آگاہ ہوں۔

تفصیلی عبارات گزر چکی ہیں اب صرف متعلقہ حصہ نقل کر کے کچھ گزارشات پیش کی جائیں گی۔

محاکمہ کی پہلی عبارت اور اس کا جواب

فاضل محقق رقمطراز ہیں:

وقت ولادت سے چالیس سال تک نبوت باطنہ تھی اس کو فریق اول بھی مانتا ہے چنانچہ تحقیقات کے صفحہ ۶۰ پر تحریر کرتے ہیں حالانکہ عالم ارواح والی نبوت سلب تو نہیں ہوئی تھی

اس عبارت کا واضح مطلب یہی ہے کہ عالم ارواح والی نبوت اس عرصہ خاص میں ثابت موجود و متحقق تھی۔ صرف یہ کہ پردہ بشریت سے مستور ہو گئی تھی۔ چنانچہ اسی صفحہ نمبر ۶۰ پر اُن کی صاف روشن نص موجود ہے جس مقام پر فرماتے ہیں: لہٰذا وہاں جو نبوت بالفعل تھی اور اس کے آثار عملی طور پر ظاہر تھے وہ بشریت کے پردہ اور حجاب کی وجہ سے مغلوب و مستور ہو گئی تھی اور فقط روحانی اور باطنی رہ گئی تھی۔ اس عبارت کا واضح مطلب یہی ہے کہ اس عرصہ خاص میں نبوت باطنی موجود تھی اور لفظ فقط سے نفی اس کی ہو رہی ہے؟ یعنی اس کی کہ جسمانی اور ظاہرہ نہ تھی۔ (محاکمہ عطائیہ ص ۸)

الجواب:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول: تحقیقات میں دوسرے مقام پر عبارت صریحہ کے ساتھ عالم ارواح والی نبوت سلب نہ ہونا اپنے مخالفین کا عقیدہ بتایا ہے اور خود عرصہ خاص میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے نبی ہونے کا دعویٰ ہی نا قابل تسلیم قرار دیا ہے اور قبل از

بعثت کے عرصہ میں مطلقاً نفی نبوت اور انکار نبوت کی بکثرت تصریحات بھی تحقیقات میں موجود ہیں۔ تو ان تصریحات کی موجودگی میں فاضل محقق کا یہ لکھنا ہے کہ: اس عبارت کا واضح مطلب یہی ہے کہ، تا آخر۔

سراسر دھاندلی ہے کیونکہ یہ مطلب تحقیقات میں پیش کردہ نظریہ کے بالکل خلاف ہے۔ تحقیقات تو قبل از بعثت کے عرصہ میں عالم ارواح والی نبوت حقیقتاً ثابت وموجود اور متحقق تسلیم کرنا، بے عقلی اور نبوت کے ساتھ بدترین مزاح کرنا قرار دیتی ہے۔ تفصیل ''نبوت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم الخ'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

نیز تحقیقات کی ایک غیر معقول بات کی تقلید میں فاضل محقق کا یہ کہنا کہ: صرف یہ کہ پردہ بشریت سے مستور ہوگئی تھی۔ بھی باعث تعجب ہے۔ کیا منصب نبوت پر بشریت کا پردہ آگیا تھا اور اس کے نیچے وہ چھپ گیا تھا؟ انا للہ وانا الیہ راجعون

منصب نبوت کی حقیقت کیا ہے جس کے اوپر بشریت کا حجاب اور پردہ بھی آجاتا ہے اور وہ اس کے نیچے چھپ جاتا ہے؟

مسئلہ تو بالکل واضح ہے کہ عالم ارواح میں حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی روح اقدس کو اللہ تعالیٰ نے حقیقتاً اور بالفعل منصب نبوت اور مرتبہ نبوت پر فائز فرمادیا تھا اور یہ امر صاحب تحقیقات کے ہاں بھی مسلم ہے۔

تو کیا وہ منصب نبوت قبل از بعثت کے عرصہ میں بشریت کے پردہ کے نیچے چھپ گیا تھا؟

اگر بالفرض چھپ ہی گیا تھا تو زائل تو نہیں ہوگیا تھا، پھر تحقیقات میں عالم ارواح والی نبوت کے دائم ومستمر ہونے کی مطلقاً نفی کیوں کی ہے؟ جیسا کہ فاضل محقق نے خود نقل

کیا ہے کہ: اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم آغاز ولادت سے ہی نبی ہوتے یا عالم ارواح والی نبوت دائم و مستمر ہوتی، تا آخر۔

عالم اجسام میں چالیس سال کی عمر مبارک میں جو منصب نبوت و رسالت عطا فرمایا گیا تھا، کیا وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بشریت کے اوپر ہی رہا تھا یا اس کے اوپر بھی بشریت کا پردہ آ گیا تھا اور وہ اس کے نیچے چھپ گیا تھا؟ صحیفہ تحقیقات کی کیسی روشن نص ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

دوسری عبارت اور اس کا جواب

فاضل محقق نے صاحب تحقیقات کی جو روشن نص پیش کی ہے اس کا مفہوم و معنی اور مراد کا بیان فقیر راقم الحروف گزشتہ صفحات میں سپرد قلم کر چکا ہے۔ جبکہ فاضل محقق اس کے تحت رقمطراز ہیں:

اس عبارت کا واضح مطلب یہی ہے کہ اس عرصہ خاص میں نبوت باطنی موجود تھی اور لفظ فقط سے نفی کس کی ہو رہی ہے؟ یعنی اس کی کہ جسمانی اور ظاہرہ نہ تھی۔

الجواب:

صاحب تحقیقات کے الفاظ یہ نہیں ہیں کہ: فقط روحانی اور باطنی نبوت رہ گئی تھی بلکہ ان کے الفاظ یہ ہیں: فقط روحانی اور باطنی رہ گئی تھی۔

اب سوال یہ ہے کہ اس سے صاحب تحقیقات کی کیا مراد ہے؟

آیا روحانی اور باطنی نبوت رہ گئی تھی یا روحانی اور باطنی استعداد و صلاحیت رہ گئی تھی؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ: عبارت مذکورہ سے صاحب تحقیقات اپنی مراد بہتر جانتے ہیں یا فاضل محقق؟

اور کیا صاحب تحقیقات نے عبارت صریحہ میں اپنی مراد جو بیان کی ہے وہ معتبر سمجھی جائے گی یا اس کے خلاف فاضل محقق جو دعویٰ کریں کہ صاحب تحقیقات کی مراد یہ ہے وہ معتبر ہوگئی؟

تو بڑی امید ہے کہ فاضل محقق کو بھی اس بات سے اختلاف نہیں ہوگا کہ: صاحب تحقیقات اپنے کلام سے اپنی مراد، فاضل محقق کی نسبت بہتر جانتے ہیں اور اپنی مراد جو وہ خود عبارت صریحہ میں تحریر کریں وہی معتبر ہے۔ اور اس کے خلاف فاضل محقق کی بیان کردہ مراد کا ہرگز اعتبار نہ ہوگا۔

تو گزارش یہ ہے کہ تحقیقات میں خوب وضاحت کردی گئی ہے کہ قبل از بعثت کے عرصہ میں باطنی اور روحانی استعداد وصلاحیت تھی اور اسی کو وہ نبوت بالقوۃ سے تعبیر کرتے ہیں۔ تحقیقات کی اصل عبارت گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔

نیز اگر اس روشن نص میں لفظ فقط سے نفی صرف جسمانی اور ظاہرہ کی ہو رہی ہے تو دیگر نصوص کثیرہ میں مطلقاً نبوت کی نفی کی گئی ہے۔ کیا وہ نصوص منسوخ سمجھی جائیں گی؟

یہ نص تحقیقات کی اشاعت ثانی میں وارد ہوئی ہے۔ تو کیا ہدایۃ المتذبذب کی تصنیف سے اس نص کے ورود تک چند سال تک عرصہ خاص میں مطلقاً نبوت کی نفی کا ارتکاب ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟

اگر یہ نص دیگر نصوص کثیرہ کے لئے ناسخ ہے تو عرصہ خاص میں باطنی اور روحانی استعداد وصلاحیت ہونے والی نص اس کے لئے ناسخ ہونی چاہیے کیونکہ یہ نص تحقیقات اشاعت ثانی کے ص 60 پر وارد ہے تو استعداد وصلاحیت والی نص تحقیقات اشاعت ثانی کے ص 355 پر وارد ہوئی ہے۔

نتیجہ کلام:

فاضل محقق کا یہ دعویٰ کہ صاحب تحقیقات کے نزدیک عالم ارواح والی نبوت عرصہ خاص میں حقیقتاً ثابت وموجود تھی اور نفی صرف عالم اجسام میں عطا کی جانے والی تشریعی نبوت کی ہے اور یہ سب کچھ ان کی روشن نص سے ثابت ہے۔ بالکل خلاف واقع ہے۔

تیسری عبارت اور اس کا جواب

فاضل محقق رقمطراز ہیں:

اب یہ کہ انہوں نے جو بالفعل اور بالقوۃ ذکر فرمائے ہیں ان کی وضاحت بھی خود انہی کی عبارت میں موجود ہے چنانچہ ص60 پر فرمایا: لہذا وہاں جو نبوت بالفعل تھی اور اس کے آثار عملی طور پر ظاہر تھے۔ ان کے یہ لفظ کہ: اور اس کے آثار عملی طور پر ظاہر تھے۔ لفظ "بالفعل" کی تفسیر ہیں۔ لفظ "اور" واؤ کی طرح تفسیر یہ ہے۔

جب بالفعل کی تفسیر خود انہی کی نص میں موجود ہے تو اب ان کی اس عبارت کا مطلب واضح ہو گیا کہ وقت ولادت سے چالیس سال تک نبوت بالفعل نہیں تھی یعنی اس عرصہ خاص میں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت، نبوت باطنہ تھی عملی طور پر آثار ظاہر نہ تھے جو آثار عالم ارواح میں ظاہر تھے۔ (محاکمہ عطائیہ ص ۸)

الجواب:

یہ فاضل محقق کی غفلت ہے یا سراسر سینہ زوری ہے اس لئے کہ انہوں نے جسے نبوت بالفعل کی تفسیر قرار دیا ہے وہ اس جگہ بالفعل کی تفسیر ہرگز نہیں ہے کیونکہ یہ رائے تحقیقات کی تصریحات کے خلاف ہے۔

بالفعل اور بالقوۃ سے صاحب تحقیقات کی مراد کی تفصیل گزر چکی ہے۔ اور فاضل محقق نے وقت ولادت سے چالیس سال تک نبوت بالفعل نہ ہونے کا جو مطلب بیان کیا ہے وہ بھی ہرگز درست نہیں ہے۔

تحقیقات کی تصریحات کی روشنی میں اس کا مطلب روز روشن کی طرح واضح ہے کہ: وقت ولادت سے چالیس سال تک نبوت خارج میں موجود و متحقق نہیں تھی۔ اس لئے تو اس عرصہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے کا دعویٰ ہی ناقابل تسلیم قرار دیا ہے۔

چوتھی عبارت اور اس کا جواب

فاضل محقق رقمطراز ہیں:

اس قول میں کہ: وقت ولادت سے چالیس سال تک نبوت بالفعل نہیں تھی۔ نبوت مقید ہے قید بالفعل سے اور نفی مقید پر داخل ہے اور یہ رفع المقید ہے اور یہ قاعدہ مسلمہ ہے نفی مقید پر داخل ہو تو راجع قید کی طرف ہوتی ہے۔

اب معنی یہ ہوگا کہ وقت ولادت سے نبوت تو تھی بھلا بالفعل نہ تھی یعنی عملی طور پر اس کے آثار ظاہر نہ تھے۔ (محاکمہ عطائیہ ص ۹)

الجواب:

نمبر ۱: سوال یہ ہے کہ قاعدہ مذکورہ کلیہ ہے یا اکثریہ اور اغلبیہ ؟

نمبر ۲: صرف قید کی طرف نفی راجع ہونے کے خلاف جب متکلم کی تصریحات موجود ہوں اور وہ مقید کے خارج میں تحقق اور ثبوت کا ہی قائل نہ ہو تو اس جگہ قاعدہ مذکورہ کا حوالہ دے کر نفی صرف قید کی طرف راجع کرنا کیا مغالطہ اور دھاندلی نہیں ہے؟

قاعدہ کا حوالہ تب مفید ہوتا جب تحقیقات میں مذکورہ تصریحات نہ ہوتیں۔ تحقیقات

کی تصریحات میں تو عرصہ خاص میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی مطلقاً نفی اور انکار ہے۔

پانچویں عبارت اور اس کا جواب

فاضل محقق رقمطراز ہیں:

ناظرین کرام! جب آپ نے لفظ بالفعل کا معنی خود صاحب تحقیقات کی تفسیر سے سمجھ لیا تو ان کی صفحہ 60 پر اگلی عبارت: اور جسمانی اعتبار سے بالقوۃ رہ گئی تھی۔ کا مطلب بھی واضح اور روشن ہو گیا کیونکہ اس عبارت میں لفظ بالقوۃ مقابل لفظ بالفعل کے ہے یعنی جسمانی اعتبار سے آثار ظاہر نہ تھے۔

اس عبارت میں لفظ ''جسمانی اعتبار'' قید ہے نبوت باطنی کی۔ لہذا نبوت باطنی کے دو اعتبار ہوئے۔ ایک تو باطنی کا اعتبار روحانی اور دوسرا نبوت باطنی کا اعتبار جسمانی۔ تو معنی یہ ہوا کہ نبوت باطنی جسمانی اعتبار سے بالقوۃ تھی یعنی نبوت باطنی کے آثار جسمانی اعتبار سے ظاہر نہ تھے۔

تو اس عبارت میں روحانی اعتبار سے ظہور آثار کی نفی نہیں ہے چہ جائیکہ نبوت باطنی کے نفس آثار کی نفی سمجھی جائے یا نفی نفس نبوت باطنہ کی سمجھی جائے یا نفی مقید قید ہر دو کی طرف راجع کی جائے جو کہ متکلم کی صریح نص کے خلاف ہے جس مقام پر صفحہ 60 میں فرمایا: نبوت باطنی رہ گئی تھی البتہ بوجہ پردہ بشریت کے مستور ہو گئی تھی۔ (محاکمہ عطائیہ ص ۹-۱۰)

الجواب:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول: نبوت بالفعل اور بالقوۃ کا معنی اور صاحب تحقیقات کی مراد تحقیقات کی تصریحات کی رو سے بیان کی جا چکی ہے۔ جبکہ اس کے برعکس فاضل محقق محض

تحکم اور سینہ زوری سے نبوت بالقوۃ کا معنی تحقیقات کی عبارت سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ: عالم ارواح والی نبوت عرصہ خاص میں ثابت وموجود تھی البتہ جسمانی اعتبار سے آثار ظاہر نہ تھے

تحقیقات کی اصل عبارت جسے فاضل محقق صریح اور روشن نص قرار دیتے ہیں دوبارہ ملاحظہ فرمائیں۔ حالانکہ عالم ارواح والی نبوت سلب تو نہیں ہوئی تھی (تا) لہذا وہاں جو نبوت بالفعل تھی اور اس کے آثار عملی طور پر ظاہر تھے وہ بشریت کے پردہ اور حجاب کی وجہ سے مغلوب ومستور ہو گئی تھی اور فقط روحانی اور باطنی رہ گئی تھی اور جسمانی اعتبار سے بالقوۃ رہ گئی۔

(تحقیقات ص 60)

عبارت منقولہ کا مفہوم ومعنی اور صاحب تحقیقات کی مراد گزشتہ صفحات میں بیان کی چکی ہے

اب فاضل محقق نے عبارت منقولہ کے کچھ حصہ کی جو تشریح بیان کی ہے کہ: ناظرین کرام، تا آخر۔ اسے بغور ملاحظہ فرمالیں۔

فاضل محقق نے عبارت منقولہ کا جو مطلب اور مفردات عبارت کا آپس میں جو ربط بیان کیا ہے اسے پڑھ کر فقیر راقم الحروف محو حیرت ہے کہ اس قدر واضح عبارت اور وہ بھی اردو کی۔ اور اس کا مفہوم ومعنی بیان کرنے میں اس قدر سینہ زوری اور دھاندلی۔

ملاحظہ فرمائیں: اس عبارت میں لفظ ''جسمانی اعتبار'' قید ہے، تا آخر ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' عجیب مکاری ہے۔

کیا عبارت منقولہ: ''فقط روحانی اور باطنی رہ گئی تھی'' میں لفظ ''باطنی'' کا ''روحانی'' پر عطف تفسیری نہیں ہے؟

اور عبارت مذکورہ میں روحانی اور باطنی ایک ہی چیز سے عبارت نہیں ہیں؟
کیا عبارت مذکورہ میں ''روحانی'' معطوف علیہ اور متبوع اور ''باطنی'' معطوف اور تابع نہیں ہے؟

کیا اس عبارت میں لفظی یا معنوی اعتبار سے اس بات کا کوئی جواز ہے کہ اصل تو باطنی ہے اور روحانی اس کا ایک اعتبار ہے؟

اور اگر من مانی ہی کرنا تھی تو اس طرح کیوں نہیں کہہ دیا کہ: اصل تو روحانی ہے کیونکہ وہ معطوف علیہ اور متبوع ہے اور باطنی اس کا ایک اعتبار ہے؟

فاضل محقق نے صرف اس لئے ایسا نہیں کہا کہ باطنی اور جسمانی کا تقابل نہیں بن رہا تھا اور وہ دو اعتبار متقابلان ثابت کرنا چاہتے تھے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ بقول فاضل محقق اگر روحانی، باطنی کا ہی ایک اعتبار ہے اور دوسرا اعتبار جسمانی ہے۔

اور باطنی نبوت جسمانی اعتبار سے تو بالقوۃ رہ گئی تھی، تو کیا روحانی اعتبار سے بھی بالقوۃ رہ گئی تھی یا بالفعل تھی؟

اگر باطنی نبوت، روحانی اعتبار سے بھی بالقوۃ ہی رہ گئی تھی جیسے جسمانی اعتبار سے بالقوۃ رہ گئی تھی تو جب دونوں اعتبار سے بالقوۃ ہی رہ گئی تھی تو پھر سیدھا یوں ہی کیوں نہیں کہہ دیا کہ باطنی نبوت بالقوۃ رہ گئی تھی؟

بیان میں، بالقوۃ کی قید کے ساتھ جسمانی اعتبار کو مقید کرنے اور روحانی اعتبار کو مقید نہ کرنے کی کیا وجہ ہے؟ نیز روحانی کے ساتھ اعتبار کا لفظ نہ ملانے کی کیا وجہ ہے؟ نیز فاضل محقق کا بار بار یہ کہنا کہ: صاحب تحقیقات کے نزدیک نبوت باطنہ عرصہ خاص میں ثابت موجود و محقق تھی البتہ عملی طور پر آثار ظاہر نہ تھے، بھی سراسر خلاف واقع ہے۔

اور اگر روحانی اعتبار سے بالفعل تھی اور جسمانی اعتبار سے بالقوۃ رہ گئی، جیسے فاضل محقق نے لکھا ہے کہ: اس عبارت میں روحانی اعتبار سے ظہور آثار کی نفی نہیں ہے۔

اور فاضل محقق کے نزدیک بالفعل سے مراد ظہور آثار ہی ہے۔

تو سوال یہ ہے کہ: صاحب تحقیقات کے نزدیک اگر عالم ارواح والی نبوت باطنی، روحانی اعتبار سے قبل از بعثت کے عرصہ میں بالفعل ہی تھی تو انہوں نے تحقیقات کی اشاعت ثانی سے پہلے، قبل از بعثت کے عرصہ میں نبوت بالفعل ہونے کی مطلقاً نفی کیوں کی ہے اور اس عرصہ میں آپ ﷺ کے نبی ہونے کا دعویٰ ناقابل تسلیم کیوں قرار دیا ہے؟

کیا جو ہستی نبوت باطنی سے بالفعل موصوف و متصف ہو اس کے نبی ہونے کا عقیدہ رکھنے والوں کو بے عقل بتانا اور خود اس کے نبی نہ ہونے کی گردان کرنا جائز ہے؟

یہ امر بھی مزید باعث تعجب ہے کہ: فقط روحانی اور باطنی رہ گئی تھی، صاحب تحقیقات کی تصریح کے مطابق اس سے حقیقی نبوت مراد ہی نہیں ہے بلکہ اس سے مراد باطنی اور روحانی استعداد و صلاحیت ہے اور اسی کو وہ نبوت بالقوۃ سے تعبیر کرتے ہیں جیسا کہ متعدد بار عرض کیا جا چکا ہے تو اس کے باوجود فاضل محقق نے لکھ دیا ہے کہ: اس عبارت میں تا آخر۔

جواب طلب سوال:

تحقیقات کی عبارت مذکور میں لفظ "جسمانی اعتبار" کا نبوت باطنی کی قید ہونا اور نبوت باطنی کے دو اعتبار ہونا، ایک اعتبار روحانی اور دوسرا جسمانی، عبارت مذکورہ سے کیا لفظی یا معنوی اعتبار سے، کسی طرح بھی یہ لطائف ترکیب کسی خادم دین کی سمجھ میں آسکتے ہیں اور بقائمی ہوش وحواس کوئی منصف، فاضل محقق کی موافقت کر سکتا ہے؟ جبکہ تحقیقات کی تصریح کے مطابق "فقط روحانی اور باطنی رہ گئی تھی" سے مراد ہی روحانی اور باطنی استعداد و صلاحیت ہے نہ حقیقی نبوت۔

ہمدردانہ اپیل ہے کہ کچھ تو رحم کریں اور اس طرح حقائق کو مسخ تو نہ کریں کیا یہ طرز ایک فاضل کے شایان شان ہے؟

لمحہ فکریہ

فاضل محقق اب تک یہی کہہ رہے تھے کہ: صاحب تحقیقات کے نزدیک عرصہ خاص میں نبوت باطنی ثابت وموجود تھی البتہ اس کے آثار ظاہر نہ تھے اور ثبوت کے طور پر تحقیقات کی یہ عبارت: فقط روحانی اور باطنی رہ گئی تھی، پیش کر رہے تھے جسے انہوں نے صاف روشن نص قرار دیا ہے۔

ناظرین حضرات! یہ روشن نص بغور ملاحظہ فرمالیں اس میں باطنی کے ساتھ نبوت کا لفظ قطعاً نہیں ہے یعنی عبارت یوں نہیں ہے کہ: نبوت باطنی رہ گئی تھی۔

جبکہ فاضل محقق صاحب محاکمہ نے جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے باطنی کے ساتھ لفظ نبوت کا اضافہ اپنی طرف سے کر کے تحقیقات کی عبارت مذکورہ کو صریح نص بنا کر پیش کر دیا ہے۔ فاضل محقق کی گزشتہ تشریح دوبارہ ملاحظہ فرمالیں اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ: اس عبارت میں روحانی اعتبار سے ظہور آثار کی نفی نہیں ہے (تا) جو کہ متکلم کی صریح نص کے خلاف ہے جس مقام پر صفحہ 60 میں فرمایا: نبوت باطنی رہ گئی تھی البتہ بوجہ پردہ بشریت کے مستور ہوگئی تھی۔ (محاکمہ عطائیہ ص ۱۰)

تحقیقات میں ''باطنی'' سے پہلے ''نبوت'' کا لفظ نہیں ہے اور نہ ہی ''رہ گئی تھی'' کے بعد ''البتہ بوجہ پردہ بشریت کے مستور ہوگئی تھی'' کے الفاظ ہیں ایسے محاکمہ پر ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' ہی پڑھنا چاہیے۔

تحقیقات کی اصل عبارت کی حقیقی صورت بندہ نے ''نبوت مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم الخ'' اور تصریحات میں بیان کر دی ہے اور اب فاضل محقق کی خودساختہ عبارت جسے صاحب تحقیقات کی صریح نص کہا ہے، کی فصاحت ملاحظہ فرمائیں:

پہلے لکھا ہے کہ: نبوت باطنی رہ گئی تھی۔اور یہ بات تو روز روشن کی طرح واضح ہے کہ باطنی چیز وہی ہوتی ہے جو ظاہر نہ ہو بلکہ مخفی ہو۔

جبکہ فاضل محقق نے اس کے بعد لکھا ہے کہ: البتہ بوجہ پردہ بشریت کے مستور ہوگئی تھی

گزارش یہ ہے کہ جو نبوت پہلے ہی باطنی تھی ظاہرہ نہیں تھی بلکہ مخفی تھی ،تو اس کی نسبت یہ کہنا کہ: البتہ بوجہ پردہ بشریت کے مستور ہوگئی تھی ۔کیسی مفید اور پُر مغزبات ہے کہ نبوت باطنی بوجہ پردہ بشریت مستور ہوگئی تھی۔تو کیا پہلے باطنی ہونے کے باوجود غیر مستور اور ظاہرہ ہی تھی ؟انا للہ وانا الیہ راجعون ۔کیسی انوکھی تحقیق ہے۔گزارش یہ ہے کہ: اگر بالفرض تحقیقات میں عبارت انہی الفاظ سے ہوتی کہ: نبوت باطنی رہ گئی تھی ۔تو بھی فاضل محقق کا دعویٰ : کہ صاحب تحقیقات کے نزدیک عالم ارواح والی نبوت قبل از بعثت کے عرصہ میں ثابت موجود اور متحقق تھی البتہ عملی طور پر آثار ظاہر نہ تھے تحقیقات کے مندرجات کی روشنی میں ثابت نہیں ہوتا۔

کیونکہ صاحب تحقیقات کے نزدیک اس سے حقیقی نبوت مراد نہیں ہے بلکہ روحانی اور باطنی استعداد وصلاحیت مراد ہے جسے وہ نبوت بالقوۃ سے تعبیر کرتے ہیں۔

فاضل محقق مسئلہ سلجھاتے خود الجھ گئے

چنانچہ ملاحظہ فرمائیں:

نمبر ا: محاکمہ عطائیہ کی اساس اور بنیاد ہی یہ ہے کہ نبوت کے دو قسم ہیں نبوت ظاہرہ اور نبوت باطنہ اور دونوں آپس میں مبائن اور مقابل ہیں یہاں تک کہ فاضل محقق کے نزدیک حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تک کسی ایک ذات میں یہ دونوں نبوتیں جمع نہیں ہوئیں صرف حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پاک میں جمع ہوئی ہیں۔

نمبر۲:   تحقیقات کی عبارت کہ: فقط روحانی اور باطنی رہ گئی تھی، میں فاضل محقق کے نزدیک حقیقتاً روحانی اور باطنی نبوت مراد ہے۔ اور یہ بات تو خوب واضح ہے کہ عبارت مذکورہ میں باطنی کا روحانی پر عطف تفسیری ہے۔ لہذا فاضل محقق کے نظریہ کے مطابق یہ لازم اور ضروری ہوا کہ روحانی اور باطنی ایک ہی نبوت کے دو نام ہیں۔

نمبر۳:   عبارت مذکورہ کے تحت فاضل محقق نے لکھا ہے کہ: اور لفظ فقط سے نفی کس کی ہو رہی ہے؟ یعنی اس کی کہ جسمانی اور ظاہرہ نہ تھی۔ (محاکمہ عطائیہ ص ۸)

اس تفسیر سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ فاضل محقق کے نزدیک نبوت جسمانی اور ظاہرہ ایک ہی چیز ہے امور مذکورہ بغور ملاحظہ فرمالیں۔

جب نبوت باطنی اور روحانی ایک ہی چیز ہے اور ایسے ہی نبوت ظاہرہ اور جسمانی ایک ہی چیز ہے اور نبوت باطنی اور ظاہرہ مقابل ہیں تو لامحالہ نبوت باطنی اور جسمانی بھی مقابل ہوئے۔

اب فاضل محقق کی مذکور تشریح دوبارہ ملاحظہ فرمائیں:

ناظرین کرام (تا) اس عبارت میں لفظ ''جسمانی اعتبار'' قید ہے نبوت باطنی کی لہذا نبوت باطنی کے دو اعتبار ہوئے ایک نبوت باطنی کا اعتبار روحانی اور دوسرا نبوت باطنی کا اعتبار جسمانی تو معنی یہ ہوا کہ نبوت باطنی جسمانی اعتبار سے بالقوۃ تھی۔ (محاکمہ عطائیہ ص ۹۔۱۰)

نمبر۱:   پہلے یہ ثابت کیا ہے کہ نبوت باطنی اور نبوت جسمانی ایک دوسرے کے مقابل ہیں اور اب فرما رہے ہیں نبوت جسمانی، نبوت باطنی کا ہی دوسرا اعتبار ہے۔ جب نبوت جسمانی اور ظاہرہ ایک ہی چیز ہے اور نبوت جسمانی، نبوت باطنی کا ہی ایک اعتبار ہے تو

نتیجہ واضح ہے کہ: نبوت ظاہرہ، نبوت باطنی کا ہی ایک اعتبار ہے اور نبوت ظاہرہ اور باطنہ آپس میں مقابل اور قسیم ہرگز نہیں ہیں تو یہ کھلا تضاد ہے۔

نمبر۲: فاضل محقق نے پہلے تمہیدی مقدمہ لکھا ہے کہ:

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی آمد سے پہلے جتنے انبیاء علیہم السلام تشریف لائے ان ادوار میں ایک نبی نبوت ظاہرہ کا ہوتا تھا جو شریعت اور احکام ظاہرہ کا مبلغ ہوتا تھا اور دوسرا نبی نبوت باطنی کا ہوتا تھا، تا آخر۔ (محاکمہ عطائیہ ص ۶۔۷)

یہ مقدمہ بھی باطل ہو گیا کیونکہ جب فاضل محقق کے بیانات سے یہی لازم آرہا ہے کہ نبوت جسمانی اور ظاہرہ، نبوت باطنی کا ہی دوسرا اعتبار ہے تو لامحالہ مبلغین شریعت یعنی نبوت ظاہرہ والے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی ذوات مقدسہ میں نبوت باطنی کا پایا جانا بھی ضروری ہوا۔

لہذا فاضل محقق کی یہ تقسیم کہ ایک نبی نبوت ظاہرہ کا ہوتا تھا (تا) دوسرا نبی نبوت باطنی کا، ان کے اپنے قلم سے ہی باطل ہو گئی۔ اس لئے کہ نبوت باطنی کا سب میں پایا جانا ضروری ثابت ہوا ہے کیونکہ نبوت جسمانی اور ظاہرہ تو اسی کا ایک اعتبار ہی ہے۔

جب محاکمہ کی بنیاد ہی غلط اور باطل ثابت ہوئی تو لامحالہ محاکمہ مذکورہ کا غلط اور باطل ہونا روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ و للہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ.

چھٹی عبارت اور اس کا جواب

فاضل محقق رقمطراز ہیں کہ: مندرجہ بالا تشریح و توضیح سے یہ بات واضح ہو گئی کہ فریق اول کے قضیہ سالبہ میں لفظ بالفعل کا اور معنی ہے یعنی آثار کا عملی طور پر ظہور اور فریق ثانی کے قضیہ موجبہ میں لفظ بالفعل کا اور معنی ہے یعنی ثابت موجود و متحقق فقط۔

فریق اول کے قضیہ سالبہ کا معنی یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت وقت ولادت سے نبوت باطنی تھی عملی طور پر آثار ظاہر نہ تھے اور فریق ثانی کے قضیہ موجبہ کا معنی یہ ہوا کہ وقت ولادت سے آپ کی نبوت موجود وثابت تھی یعنی عالم ارواح والی نبوت موجود وثابت تھی لیکن ظہور نہ تھا یعنی عالم ارواح والی نبوت زائل نہیں ہوئی تھی اور صاحب تحقیقات بھی یہی کہتے ہیں کہ عالم ارواح والی نبوت سلب نہیں ہوئی تھی لہذا موجبہ اور سالبہ دونوں صادق ہیں اور محمول ایک نہیں ہے لہذا نفی اثبات ایک نسبت پر واقع نہیں ہیں بلکہ دونوں جمع ہیں کہ عالم ارواح والی نبوت سلب نہیں ہوئی تھی وقت ولادت سے نبوت موجود ثابت اور متحقق تھی لیکن عملی طور پر آثار ظاہر نہ تھے اس معنی پر دونوں فریق متفق ہیں لہذا یہ اختلاف لفظی ہے جو بوجہ عجلت اور عدم تعیین مدعیٰ پوشیدہ ہوگیا۔ (محاکمہ عطائیہ ص ۱۰۔۱۱)

الجواب:

بتوفیق اللّٰہ تعالیٰ اقول: عبارت منقولہ میں دراصل فاضل محقق نے اپنے محاکمہ کا خلاصہ بیان کیا ہے اور بندہ کا حسن ظن تو یہی ہے کہ یہ فاضل محقق کی غفلت اور غور وفکر نہ کرنے کا نتیجہ ہے جس کا حقیقت واقعیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ تحقیقات کی تصریحات کی روشنی میں جو حقائق پیش کیے جاچکے ہیں ان سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ فریق اول (صاحب تحقیقات) کے قضیہ سالبہ میں بالفعل کا معنی: خارج میں موجود ومتحقق ہونا ہے۔

اور فریق ثانی کے قضیہ موجبہ میں بالفعل کا یہی معنی مراد ہونا تو فاضل محقق نے خود بھی تسلیم کیا ہے۔ لہذا فریقین کے نزدیک بالفعل کا ایک ہی معنی ہے۔ اور فریق اول کے قضیہ سالبہ: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم وقت ولادت سے بالفعل نبی نہیں تھے۔ کا معنی جو فاضل محقق نے لکھا ہے کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت وقت ولادت سے نبوت

باطنی تھی عملی طور پر آثار ظاہر نہ تھے۔ یہ دن کو رات اور رات کو دن کہنے کے مترادف ہے جو خلاف واقع ہونے کی وجہ سے ہرگز قابل تسلیم نہیں ہو سکتا۔

اور یہ کہنا کہ: صاحب تحقیقات بھی یہی کہتے ہیں، تا آخر۔

اس کی حقیقت گزشتہ صفحات میں واقع کی جا چکی ہے اور بندہ نے اس مسئلہ کو تصریحات میں تفصیل سے بیان کیا ہے اسے پڑھ لیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ کامل تشفی ہو جائے گی

فاضل محقق کا یہ کہنا ہے کہ: موجبہ اور سالبہ دونوں صادق ہیں اور محمول ایک نہیں ہے، تا آخر

یہ صرف فاضل محقق کا خیال اور بے بنیاد دعویٰ ہے۔ حقیقت واقعیہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ بلاشبہ محمول ایک ہی ہے اور نفی اور اثبات ایک ہی نسبت پر واقع ہیں جیسا کہ ابتدائی صفحات میں تفصیل گزر چکی ہے۔

لہذا آخر میں فاضل محقق کا یہ لکھنا کہ: عالم ارواح نبوت سلب نہیں ہوئی تھی، تا آخر حقائق کے تناظر میں بالکل غلط ہے۔ اور واللہ تعالیٰ اعلم فاضل محقق نے صاحب تحقیقات کا اصل مدعیٰ نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے ایسا کیا ہے یا ارادۃً حقائق چھپا رہے ہیں۔ کیونکہ بلاشک وشبہ حقیقت یہی ہے کہ فریقین میں اختلاف حقیقی ہے۔

فقیر راقم الحروف نے ''تصریحات بجواب نظریہ وتحقیقات'' میں نبوت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ اور تحقیقات کے درمیان فرق کی وضاحت کی ہے۔ ملاحظہ فرما لیں۔

ضروری تنبیہ:

فاضل محقق نے فقیر کی کتاب نبوت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ ص ۲۷ سے ایک عبارت یہ نقل کی ہے کہ: البتہ بالقوۃ کے ایک عرفی معنیٰ کے اعتبار سے نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کو عالم اجسام میں جلوہ گر ہونے سے بعثت شریفہ تک نبی بالقوۃ ماننا اور آپ کی نبوت کو اس عرصہ خاص میں نبوت بالقوۃ سے تعبیر کرنا تو صحیح ہے بایں معنی کہ یہ منصب جلیل تو آپ کے لیے حقیقتاً ثابت تھا البتہ اس عرصہ میں اس کا ظہور نہیں ہوا تھا۔

اس عبارت میں بالقوۃ کے ایک معنی کے اعتبار سے قبل از بعثت کے عرصہ میں آپ ﷺ کو بالقوۃ نبی ماننا اور آپ کی نبوت کو نبوت بالقوۃ سے تعبیر کرنا جائز بتایا ہے۔

تو اس سے کوئی شخص غلطی میں واقع نہ ہو جائے کہ یہ تو تحقیقات والا نظریہ ہو گیا۔ گزارش یہ ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہے کیونکہ نبی بالقوۃ جس معنی میں فقیر نے جائز لکھا ہے اس معنی کی وضاحت اسی عبارت میں موجود ہے عبارت دوبارہ ملاحظہ فرمالیں۔ بایں معنی کہ: یہ منصب جلیل تو آپ کے لئے حقیقتاً ثابت تھا البتہ اس عرصہ میں اس کا ظہور نہیں ہوا تھا۔

جبکہ تحقیقات میں نبوت بالقوۃ سے مراد صرف باطنی اور روحانی استعداد و صلاحیت ہے۔ جیسا کہ تفصیل گزر چکی ہے۔

دعوت فکر:

حقائق مذکورہ سے آگاہی کے بعد بھی اگر فاضل محقق اپنے محاکمہ کی صحت پر مصر ہوں تو فقیر کا جواب طلب سوال یہ ہے کہ: اگر صاحب تحقیقات کا واقعی یہی عقیدہ اور نظریہ ہے کہ عالم ارواح والی نبوت سلب نہیں ہوئی تھی بلکہ وقت ولادت سے بعثت مقدسہ تک بھی نبوت خارج میں حقیقتاً ثابت و موجود اور متحقق تھی لیکن عملی طور پر آثار ظاہر نہ تھے۔

تو گزارش ہے کہ یہ عقیدہ تو ان کی پہلی کتب میں بھی شاندار انداز میں لکھا ہوا ہے اور اس سے کسی کو اختلاف ہی نہیں ہے تو اس کے اثبات کے لئے اب نئی کتاب لکھنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ اور یہ عقیدہ قابل اعتراض ہی نہیں ہے۔ تو اختلاف کا سبب کیا بنا ہے؟

اور اگر کوئی الزام لگا رہا تھا تو اس کی اس طرح رفع کیوں نہیں کیا گیا کہ میرا عقیدہ تو وہی ہے جو گزشتہ ساری زندگی تھا اور میری کتابوں میں وضاحت سے لکھا ہوا ہے؟

شبہ: فاضل محقق اور تحقیقات کے دوسرے مؤیدین کا دعویٰ ہے کہ تحقیقات دین متین کے خادمین کو سمجھ نہیں آ رہی اس لئے اس سے موافقت نہیں کر رہے۔

جواب: صاحب تحقیقات کی پہلی کتب تو تمام خدامِ دین اور باشعور عوام الناس سمجھیں اور خراج تحسین پیش کریں تو بزعم ان محققین کے جو کتاب ایک الزام کو دور کرنے کے لئے لکھی گئی ہے وہ عوام الناس تو درکنار علم کی فہم سے بھی بالاتر ہے تو سوال یہ ہے کہ پھر اس کے لکھنے کا فائدہ کیا ہوا؟ دراصل بات یہ ہے کہ ضروریاتِ دین اور اجماع امت کی مخالفت اور علمائے اعلام پر افتراء اور بہتان اور تضادات وخیانات کو حق سمجھنے سے خادمینِ دین متین کی فہم قاصر ہے۔ اسے صرف وہی شخص حق قرار دے سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جواب دہی کی فکر نہیں ہے۔ تحقیقات اور نظریہ میں بے احتیاطی کی تفصیلی آگاہی کے لئے ''نبوتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ'' اور تصریحات بجواب نظریہ وتحقیقات کا مطالعہ فرمائیں۔

والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و علی الہ و اصحابہ اجمعین. اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم

فاضل محقق اور الفاظ مشتبہ کی توجیہات

فاضل محقق رقمطراز ہیں کہ: اب بندہ بتوفیق اللہ تعالیٰ عرض کرتا ہے کہ جب اصل

مدعی واضح وروشن ہوگیا تو الفاظ مشتبہ کی ازخود توجیہ ضروری ہے تاکہ مسئلہ کو الجھانے کی بجائے سلجھا دیا جائے (تا) یہاں مثلاً یہ لفظ کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم وقت ولادت سے صرف مومن عارف باللہ یا ولایت کبریٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ (محاکمہ عطائیہ ص ۱۱)

عبارت مذکورہ کی فاضل محقق نے پانچ توجیہات بیان کی ہیں جو بلفظہ نقل کرکے ان کی حقیقی صورت حال ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے۔

پہلی توجیہ اور اس کا جواب

فاضل محقق نے لکھا ہے کہ: تو لفظ صرف کی نفی، نبوت ظاہرہ کی طرف کریں گے نہ کہ نبوت باطنی کی طرف کیونکہ نبوت باطنی کے اثبات میں ان کی نص موجود ہے تو الفاظ محتملہ نص کے معارض نہیں ہوسکتے۔ (محاکمہ عطائیہ ص ۱۱)

الجواب بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

نمبر۱: اپنے مفہوم ومعنی میں عبارات صریحہ کو الفاظ مشتبہ اور محتملہ قرار دینا اور سراسر دھوکا دہی پر مبنی ایک عبارت (جس کا ایک حصہ غیر معقول بات ہے اور دوسرے حصہ کا ظاہری مفہوم ومعنی صاحب تحقیقات کی مراد اور مقصود ہی نہیں ہے) کو صریح اور روشن نص قرار دینا کیا انصاف کا خون بہانا نہیں ہے؟

نمبر۲: جمہور اکابر علمائے اُمت کا عقیدہ یہ ہے کہ: حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل از بعثت کے عرصہ میں بھی عالم ارواح والی نبوت سے بدستور حقیقی نبی ہی تھے ۔اور اس عرصہ خاص میں ظہور نبوت یعنی تبلیغ احکام وغیرہ نہ ہونا ایک اجماعی مسئلہ ہے۔ اور صاحب تحقیقات کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ پھر جب نیا نظریہ ان الفاظ میں پیش کیا گیا ہے کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم وقت ولادت سے صرف مومن عارف باللہ یا ولایت کبریٰ

کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے (محاکمہ عطائیہ)

تو اس پس منظر میں فاضل محقق کی نقل کردہ عبارت سے صاحبِ تحقیقات کا مقصود ومدعیٰ روز روشن کی طرح واضح ہے کہ: عرصہ خاص میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی مطلقاً نفی اور انکار اور صرف ایمان، عرفان اور ولایت کبریٰ تسلیم کی ہے۔

جبکہ فاضل محقق نے اس صریح عبارت کو پہلے تو الفاظ مشتبہ اور محتملہ قرار دیا ہے اور پھر اپنی پیش کردہ صریح اور روشن نص (جو درحقیقت دھوکا دہی پر مبنی عبارت ہے) کے معارض نہ ہوسکنے کا حکم صادر فرمادیا اور پس منظر کو بھی پس پشت ڈالتے ہوئے لکھ دیا کہ: تو لفظ صرف کی نفی نبوت ظاہرہ کی طرف کریں گے، تا آخر۔

گزارش یہ ہے کہ: جب نبوت تشریعی کے بارے میں اختلاف ہی نہیں ہے تو لفظ صرف کی نفی نبوت ظاہرہ اور تشریعی کی طرف کیونکر کی جاسکتی ہے؟

اُدھر ہی کریں گے جدھر کرنا صاحبِ کلام کا مقصود ومدعیٰ ہے یعنی عرصہ خاص میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی مطلقاً نفی اور انکار، کیونکہ صاحب تحقیقات کے نزدیک اس عرصہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے کا دعویٰ ہی قابل تسلیم نہیں ہے جیسا کہ تحقیقات سے صراحت پیش کی جاچکی ہے۔ اور فاضل محقق کا یہ دعویٰ کہ: کیونکہ نبوت باطنی کے اثبات میں ان کی نص موجود ہے، تا آخر۔

بالکل خلاف واقع بات ہے۔ کیونکہ تحقیقات کی تصریحات سے ان کا اصل نیا مدعیٰ اور نظریہ بیان کیا جاچکا ہے۔ اور فاضل محقق جس عبارت کو بار بار نص کہتے ہیں اس کی حقیقی صورت حال بھی آپ ملاحظہ فرماچکے ہیں۔

لہٰذا فاضل محقق کی یہ توجیہ ہرگز قابل اعتبار نہیں ہے۔

فاضل محقق کی دوسری توجیہ اور اس کا جواب

دوسری (توجیہ) یہ کہ ایمان عرفان اور ولایت کے اثبات سے نبوت باطنہ کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ ضدین نہیں ہیں بلکہ محل واحد میں جمع ہیں۔ (محاکمہ عطائیہ ص ۱۱)

الجواب:

(۱) اگر تو دعوائے نبوت کے مقابلہ میں کلام مذکور نہ ہو تو یہ بات درست ہے کہ ایمان، عرفان اور ولایت کے اثبات سے نبوت کی نفی نہیں ہوتی۔ لیکن اگر نبوت والے دعویٰ کے مقابلہ میں، دعوائے نبوت کی تردید کے لئے صرف ایمان، عرفان اور ولایت کا اثبات کیا جائے تو بلاشبہ اس سے نبوت کی مطلقاً نفی ہوگی۔ اور صاحب تحقیقات نے دعوائے نبوت کی تردید کے لئے یہ کلام لکھا ہے۔

کیونکہ وہ عرصہ خاص میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حقیقی نبی ہونے کی مطلقاً نفی کرتے ہیں اور صرف ایمان، عرفان اور ولایت مانتے ہیں تو اس سے نبی ہونے کی مطلقاً نفی اور انکار روز روشن کی طرح واضح ہے جبکہ فاضل محقق دھاندلی کر رہے ہیں۔

(۲) فاضل محقق نے یہ بھی دھوکا دیا ہے جو لکھا ہے کہ: ایمان، عرفان اور ولایت کے اثبات سے نبوت باطنہ کی نفی نہیں ہوتی۔ (محاکمہ عطائیہ)

جب کہ مذکور عبارت میں صرف مومن عارف باللہ، کے الفاظ ہیں اور یہ بات خوب واضح ہے کہ دعوائے نبوت کے مقابل، صرف ایمان، عرفان اور ولایت تسلیم کرنے سے بلاشبہ نبوت کی مطلقاً نفی ہوتی ہے۔

لہذا فاضل محقق کی یہ توجیہ بھی محض باطل اور سراسر دھوکا دہی ہے۔

تیسری توجیہ اوراس کا جواب

تیسری (توجیہ) یہ کہ صاحب تحقیقات کے جملہ دلائل اور تائیدات اس عرصہ خاص میں نفی نبوت ظاہرہ پر ہیں لہذا ان الفاظ میں لفظ صرف سے مستفاد نفی، نبوت ظاہرہ اور اعتبار جسمانی کی طرف راجع کریں گے۔ (محاکمہ عطائیہ ص ۱۱-۱۲)

الجواب:

مقام تعجب ہے کہ حقائق سے آگاہ ہونے کے باوجود فاضل محقق نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ صاحب تحقیقات کے جملہ دلائل، تا آخر۔

یعنی تحقیقات کی تردید کرنے والوں کو صاحب تحقیقات کا اصل مدعیٰ سمجھ ہی نہیں آسکا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ تحقیقات کے معرض وجود میں آنے سے چند سال پہلے سے عرصہ خاص میں آپ ﷺ کے نبی ہونے کی مطلقاً نفی اور انکار کا نظریہ "ہدایۃ المتذبذب الحیر ان" میں لکھ چکے ہیں اوران عبارات صریحہ کے علاوہ بھی تحقیقات میں ایسی تصریحات بکثرت موجود ہیں اور صرف اسی نظریہ کو ثابت کرنے کے لئے تحقیقات لکھی گئی ہے۔ جبکہ اس میں اپنے اصل مدعیٰ پر ایک دلیل بھی پیش نہ کر سکے (اور باقی جو اس میں کرم فرمائی ہے اس کی تفصیل "نبوت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ" اور "تصریحات" میں ملاحظہ کریں)

تو اب چاہیے تو یہ تھا کہ فاضل محقق محاکمہ یہ صادر فرماتے کہ: صاحب تحقیقات کے جملہ دلائل اور تائیدات سے ان کا اصل مدعیٰ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ یہ دلائل نبوت بالفعل بمعنی غیر مصطلح کی نفی کرتے ہیں جس میں کسی صاحب علم کو اختلاف ہی نہیں ہے لہذا تقریب تام نہیں ہے اور صاحب تحقیقات کا دعویٰ بلا دلیل ہے۔ اس لئے انہیں اس سے رجوع کر کے

حق قبول کرنا لازم اور ضروری ہے جبکہ فاضل محقق الثانیہ فرمار ہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم وقت ولادت سے صرف مومن عارف باللہ، تا آخر۔

میں لفظ صرف سے مستفاد نفی، نبوت ظاہرہ اور اعتبار جسمانی کی طرف راجع کریں گے۔اور ان الفاظ سے نبوت باطنی کا انکار ثابت نہیں ہوتا کیونکہ صاحبِ تحقیقات نے اپنے جملہ دلائل اور تائیدات سے نبوت ظاہرہ کی نفی کی ہے اور تحقیقات کے مخالفین کو ان کا مقصود و مدعیٰ سمجھ ہی نہیں آسکا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

یہ توجیہ بھی حقائق کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل اور نا قابل تسلیم ہے۔

چوتھی توجیہ اور اس کا جواب

چوتھی توجیہ یہ کہ جن کتب میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم چالیس سال سے قبل عرصہ میں ولی، عارف باللہ تھے اس سے مقصود نبوت باطنی کی نفی نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو عام انسانوں کی طرح نہ سمجھا جائے اور آیت ﴿وَ وَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی﴾ اور آیت ﴿مَا کُنْتَ تَدْرِیْ مَاالْکِتَابُ وَ لَاالْاِیْمَان﴾ کے ظاہر سے کسی کو غلطی نہ لگے بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نبوت ظاہرہ کے اعلان سے قبل مومن، عارف باللہ اور ولایت کبریٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے کیونکہ عالم ارواح والی نبوت سلب وزائل نہیں ہوئی تھی باطن میں نبوت تھی البتہ عملی طور پر آثار ظاہر نہ تھے (محاکمہ عطائیہ ص ۱۲)

الجواب:

جن کتب میں عرصہ خاص میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی نفی اور انکار مقصود ہی نہیں ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ولی، عارف باللہ لکھنے سے نبوت کی نفی کیونکر لازم آئے گی۔

لیکن فاضل محقق حقائق کو چھپا رہے ہیں کیونکہ صاحب تحقیقات تو تحقیقات کی تصنیف سے چند سال پہلے ہی ”ہدایۃ المستد بذب الحیر ان“ میں عرصۂ خاص میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے کا مطلقاً انکار اور نفی کر چکے ہیں تو اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صرف مومن عارف باللہ قرار دینے سے ان کا مقصود ہی عرصۂ خاص میں نبی ہونے کا مطلقاً انکار اور نفی کرنا ہے۔

تو اب فاضل محقق، دھوکا دہی پر مبنی، تحقیقات کی ایک عبارت کو روشن نص قرار دے کر یہ کہتے رہیں کہ: عبارت مذکورہ (صرف مومن، عارف باللہ) سے عالم ارواح والی نبوت کی نفی لازم نہیں آتی بلکہ صرف نبوت ظاہرہ کی نفی ہے تو ایسی توجیہ کیونکر قبول کی جا سکتی ہے۔

نیز جب عرصۂ خاص میں نزول شریعت اور تبلیغ احکام نہ پائے جانے میں کسی عقل مند انسان کو اختلاف ہی نہیں ہو سکتا تو صاحب تحقیقات کو اس کی نفی کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی ہے؟

پانچویں توجیہ اور اس کا جواب

پانچویں توجیہ یہ کہ نبی کا ایمان، عرفان اور ولایت عام مومنین کے ایمان، عرفان اور ولایت کی طرح نہیں ہے بلکہ نبی کی ولایت نبی کی وصف رسالت سے بھی اعلیٰ مقام ہے کیونکہ ولایت توجہ من الخلق الی الخالق ہے اور رسالت توجہ من الخالق الی الخلق ہے۔ اُولیٰ حرکت صاعدہ کے مشابہ ہے اور ثانی حرکت ہابطہ کے۔

تو جس طرح حرکت صاعدہ، حرکت ہابطہ سے اعلیٰ واشرف ہے اسی طرح ولایت نبی، وصف رسالت سے اعلیٰ واشرف ہے اس لئے کلمہ شہادت میں وصف عبودیت نبی کو وصف رسالت پر مقدم فرمایا گیا ہے۔ (محاکمہ عطائیہ ص ۱۲)

الجواب:

بتوفیق اللہ تعالٰی اقول: بلاشبہ ہر نبی کا ایمان، عرفان اور ولایت عام مومنین کے ایمان، عرفان اور ولایت کی طرح نہیں ہے تو بالخصوص حضور سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ذات اقدس کے کمالات اور اوصاف مذکورہ میں عام مومنین کو برابری کیونکر نصیب ہوسکتی ہے بلکہ عام مومنین تو درکنار خواص بلکہ اخص الخواص حضرات صدیقین بھی کمالات مذکورہ میں کسی بھی نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مساوی اور برابر نہیں ہوسکتے کیونکہ نبی کے کمالات مذکورہ میں عظمت، رفعت اور قوت کی دیگر وجوہ کے علاوہ یہ امر ہی عظمت کے لئے کافی ہے کہ نبی کے ان کمالات میں زوال کا امکان بھی نہیں ہے اور دوسرے مومنین کے ایمان، عرفان اور ولایت کے لیے منبع ہیں کیونکہ دوسروں میں یہ کمالات، کمالات نبویہ کا فیضان ہی تو ہیں۔

لیکن فاضل محقق نے جو لکھا ہے کہ: بلکہ نبی کی ولایت، نبی کی وصف رسالت سے بھی اعلیٰ مقام ہے اور پھر اتنے وثوق سے یہ نظریہ پیش کیا ہے جیسے اسلام میں یہ امر مسلمات سے ہے

فاضل محقق سے جواب طلب سوال یہ ہے کہ:

آیا یہ نظریہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے یا حضرات صحابہ کرام یا تابعین یا تبع تابعین اسلاف کرام اکابر ملت کا اجماعی نظریہ اور عقیدہ ہے یا اکابر صوفیائے کرام کا اس پر اتفاق ہے؟

جب ان میں سے کوئی صورت بھی نہیں ہے بلکہ صرف بعض صوفیہ کا یہ قول ہے، تو اس کو اس انداز میں پیش کرنا جیسے اسلامی عقائد سے ہے، حقیقت حال سے بے خبر لوگوں کے ساتھ زیادتی نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

اس مسئلہ کے بارے میں فقیر کی کتاب ''تصریحات بجواب نظریہ وتحقیقات'' میں بفضلہٖ تعالیٰ مفید کلام ہے۔

اب مختصراً کچھ گزارشات پیش خدمت ہیں جو ان شاء اللہ تعالیٰ ہر منصف اور حق کے متلاشی کے لئے نفع بخش ثابت ہوں گی، ملاحظہ فرمائیں:

تحقیقات میں نزول قرآن کریم سے پہلے عرصہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صرف ولی تسلیم کیا گیا ہے اور فاضل محقق کے نزدیک اس سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی نفی اور انکار ثابت نہیں ہوتا، لہذا عرصہ مذکورہ میں آپ کی ولایت، نبی کی ولایت ہے اور نبی کی ولایت نبی کے وصفِ رسالت سے بھی اعلیٰ مقام ہے، لہذا صاحب تحقیقات نے کوئی تنقیص شان نہیں کی۔

جواب طلب سوال:

یہ ہے کہ فاضل محقق اور صاحب تحقیقات کے نزدیک نزول قرآن کریم اور بعثت مقدسہ کے ساتھ حضور محبوب کریم ﷺ جب منصب رسالت پر فائز فرمائے گئے،

تو کیا بحیثیت صاحب قرآن اور نبی ورسول ہونے کے بلکہ بحیثیت سید الانبیاء والمرسلین اور خاتم الانبیاء والمرسلین ہونے کے، ابد تک آپ کا جو مرتبہ اور مقام ہے، چالیس سالہ پہلی عمر مبارک میں بحیثیت ولی ہونے کے اس سے اعلیٰ مقام پر فائز تھے؟ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

اور اگر وصفِ رسالت سے فاضل محقق کی مراد، صرف ظہور رسالت اور تبلیغ احکام کا دورانیہ ہے، تو سوال یہ ہے کہ:

آیا نزول قرآن کریم کے آغاز سے وصال شریف تک بحیثیت نبی اور رسول بلکہ

بحیثیت سید الانبیاء والمرسلین اور خاتم الانبیاء والمرسلین ہونے کے آپ ﷺ کا جو مرتبہ اور مقام ہے وہ اس مرتبہ اور مقام سے بھی کم درجہ ہے جو پہلی چالیس سالہ عمر شریف میں آپ کو بحیثیت ولی ہونے کے حاصل تھا؟ کیونکہ عرصۂ خاص میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولایت، ولایت نبوت تھی جو فاضل محقق کے نزدیک نبی کے وصفِ رسالت سے بھی اعلیٰ مقام ہے، اور یہ بات تو خوب واضح ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سید الانبیاء والمرسلین اور خاتم الانبیاء والمرسلین ہونا بحیثیت نبی اور رسول ہونے کے ہے نہ کہ بحیثیت ولی ہونے کے۔

نیز سوال یہ ہے کہ:

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وحی نبوت ورسالت سے مشرف فرمایا جانا، صاحبِ قرآن ہونا، شب اسراء اور معراج قرب الٰہی کے اس مقام پر فائز ہونا جس پر کوئی فائز نہ ہوا، اور بلا واسطہ ہمکلامی سے مشرف ہونا، دیدار الٰہی سے شرف یابی اور تمام انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی امامت فرمانا اور اللہ تعالیٰ کا نائب اعظم اور خلیفۂ اعظم ہونا اور آخرت میں ﴿وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ کی شان ظاہر ہونا اور مقام محمود پر فائز ہونا، شفاعت کبریٰ کے منصب عالی کا مالک ہونا، صاحبِ لواءِ حمد ہونا اور تمام انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پرچم کے نیچے ہونا اور تمام اولاد آدم کا سردار ہونا اور ان کے علاوہ متعدد مقامات رفیعہ اور درجات عالیہ پر فائز ہونا،

کیا بحیثیت نبی اور رسول ہونے کے ہے یا بحیثیت ولی ہونے کے؟ بڑی امید ہے کہ فاضل محقق کو اس بات میں اختلاف نہ ہوگا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے یہ عظمتیں اور شانیں شانِ نبوت ورسالت کے حوالے سے ہیں۔

جواب طلب سوال یہ ہے:

کیا ان تمام مقامات رفیعہ پر فائز ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ کا جو مرتبہ اور مقام ہے وہ اس مرتبہ اور مقام سے بھی کم درجہ اور ادنیٰ ہے جو وقتِ ولادت سے چالیس سال تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بحیثیت ولی ہونے کے حاصل تھا؟ انا للہ وانا الیہ راجعون

ہمدردانہ اپیل ہے کہ:

اگر تحقیقات کے حامی محققین اسے اعلیٰ درجہ کی تحقیق ہی یقین کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا واسطہ عوام الناس پر رحم کریں اور فقیر کی گزارشات کا جواب بھی تحریری صورت میں ضرور دیں تاکہ طالب علم بھی اس تحقیق کو سمجھ سکیں۔

مذکورہ نظریہ پر فاضل محقق کی دلیل اور اس کا جواب

فاضل محقق نے نبی کی ولایت کے نبی کے وصف رسالت سے بھی اعلیٰ مقام ثابت کرنے پر دلیل یہ دی ہے کہ: کیونکہ ولایت، توجہ من الخلق الی الخالق ہے اور رسالت توجہ من الخالق الی الخلق ہے تا آخر۔ پوری عبارت گزر چکی ہے ملاحظہ فرمالیں۔

الجواب:

فاضل محقق کی یہ تحقیق کہ: رسالت توجہ من الخالق الی الخلق ہے فقیر راقم الحروف کا جواب طلب سوال یہ ہے:

کیا عرفِ شرع میں رسالت کا یہی مفہوم ہے؟ کیا قرآن وحدیث سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ رسالت (صرف) توجہ من الخالق الی الخلق ہے؟ ہرگز نہیں۔

یونکہ [illegible] رسول [illegible] بحیثیت نبی اور رسول ہونے کے اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے رمیان واسطۂ فیض ہوتے ہیں اور خلقِ خدا کو فیضانِ الٰہی عطا کرنے کے حال میں بھی توجہ الی الخالق بدستور موجود ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انوار وتجلیات کا نزول اور ورود بھی

جاری وساری ہوتا ہے۔

کیا تبلیغِ احکام کے دوران وحیِ نبوت ورسالت کے نزول کے واقعات سے کتب احادیث وتفاسیر کے صفحات چمک نہیں رہے؟

کیا وحی نبوت ورسالت سے مشرف ہونا، نبوت ورسالت نہیں ہے؟

جب وحیِ نبوت ورسالت سے مشرف ہونا، نبوت ورسالت کی اصل ہے تو وحی نبوت ورسالت سے مشرف ہونے کی حالت میں نبی اور رسول قربِ الٰہی اور توجہ الی الخالق کے جس مقام ومرتبہ پر فائز ہوتے ہیں۔

کیا بحیثیت ولی ہونے کے اس سے بھی اعلیٰ مرتبہ کی توجہ الی الخالق کے مقام پر فائز ہوتے ہیں؟

کیا مقام نبوت ورسالت کے حوالے سے توجہ الی الخالق کا درجہ، ولایت والے مرتبہ کے حوالے سے توجہ الی الخالق کے درجہ کے مقابلہ میں کالعدم قرار دیا جائے گا اور وہ توجہ الی الخلق کے زمرہ میں شمار کیا جائے گا، اس لئے فاضل محقق نبوت ورسالت کے اس پہلو کو توجہ الی الخالق سمجھتے ہی نہیں ہیں اور کہتے ہیں کہ: رسالت توجہ من الخالق الی الخلق ہے؟ انا للہ وانا الیہ راجعون

کیا وحی نبوت ورسالت سے مشرف ہونا توجہ من الخالق الی الخلق ہے؟

فاضل محقق رقمطراز ہیں کہ: اُولیٰ (ولایت) حرکت صاعدہ کے مشابہ ہے اور ثانی حرکت ہابطہ کے، تا آخر، عبارت گزر چکی ہے ملاحظہ فرمالیں۔

الجواب:

نمبر۱: حرکت صاعدہ کا حرکت ہابطہ سے اعلیٰ واشرف ہونا، ضابطہ کلیہ نہیں ہے

کیونکہ قیام سے سجدہ کی طرف حرکت، حرکت ہابطہ ہے اور سجدہ سے قیام کی طرف حرکت، حرکت صاعدہ ہے، اور بڑی امید ہے کہ فاضل محقق کو بھی اعتراف ہوگا کہ حرکت ثانیہ، حرکت صاعدہ ہونے کے باوجود حرکت اُولیٰ سے اشرف واعلیٰ نہیں ہے بلکہ ایک اعتبار سے حرکت اُولیٰ اشرف واعلیٰ ہے۔

نمبر۲: فاضل محقق کا وصف رسالت کو صرف حرکت ہابطہ کے مشابہ قرار دینا خلافِ واقع اور بالکل غلط ہے۔

بلکہ رسالت، مجموع حرکتیں کے مشابہ ہے کیونکہ یہ امر قطعیات اسلام سے ہے کہ حضرات انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوۃ والسلام اللہ تعالیٰ سے فیضان لیتے ہیں اور مخلوق تک پہنچاتے ہیں۔

تو اس طرح بھی وصف رسالت کا وصف ولایت سے بھی اعلیٰ مقام ہونا ثابت ہوا۔

نمبر۳: نبی اور رسول کو وصف نبوت ورسالت کے حوالے سے قرب الٰہی اور توجہ الی اللہ کا جو اعلیٰ مرتبہ اور مقام حاصل ہوتا ہے حضرات اولیاء کرام اس کا اندازہ ہی نہیں لگا سکتے، جیسا کہ تصریحات بجواب نظریہ وتحقیقات، میں اکابر اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی تصریحات پیش کی جاچکی ہیں۔

تو بعض صوفیہ کا یہ قول کہ: نبی کی ولایت، نبی کے وصف رسالت سے بھی اعلیٰ مقام ہے، کیونکر قابل تسلیم ہوگا۔

فاضل محقق رقمطراز ہیں کہ: اس لئے کلمہ شہادت میں وصف عبودیت نبی کو وصف رسالت پر مقدم فرمایا گیا ہے۔ (محاکمہ عطائیہ)

الجواب بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

جب اصول وضوابط تحکم اور سینہ زوری پر مبنی ہوں تو پھر دلائل ایسے ہی ہوا کرتے ہیں

نمبر۱: کیا یہ مسئلہ اسلام میں بدیہیات سے ہے کہ کلمہ شہادت سے ہی واضح ہو رہا ہے؟

نمبر۲: کیا کلمہ شہادت میں وصفِ عبودیتِ نبی کو وصف رسالت پر اس لئے مقدم کیا گیا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے اس بات کی وضاحت ہو جائے کہ نبی کی ولایت، نبی کے وصفِ رسالت سے بھی اعلیٰ مقام ہے؟ لاحول ولاقوۃ الا باللہ

نمبر۳: کیا کلمہ شہادت میں وصفِ عبودیتِ نبی سے نبی کا وصفِ ولایت مراد ہے؟ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

نمبر۴: اہل علم تو فرماتے ہیں کہ: کلمہ شہادت کے پہلے جزء میں چونکہ اللہ تعالیٰ کے معبود برحق ہونے کا بیان ہے تو اس کے تناسب سے دوسرے جزء میں عبودیتِ نبی کا بیان پہلے ہی ہونا چاہیے تھا اور اس کے بعد وصف رسالت کا۔

نمبر۵: نبوت ورسالت وہ مقام رفیع ہے کہ پوری کائنات میں دوسرا کوئی فرد نبی اور رسول کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا، پھر اللہ تعالیٰ خوارق اور معجزات کے ساتھ ان کے تائید بھی فرماتا ہے تا کہ دعوائے نبوت ورسالت کی حقانیت پر دلیل قائم ہو جائے۔

اور حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معجزات کا صدور اس کثرت سے ہوا ہے کہ ان کا احصاء اور شمار ہی مشکل ہے، تو کلمہ شہادت میں وصفِ رسالت سے بھی پہلے وصف عبودیت کو ذکر فرمایا گیا تا کہ آپ کی ذات پاک کی عظمتوں کی وجہ سے کوئی شخص غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ ساری کائنات میں سب سے افضل اور اعلیٰ اور اللہ تعالیٰ کے خلیفۂ اعظم ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے عبد مقرب ہی

ہیں، معبود ہرگز نہیں ہیں۔

جبکہ فاضل محقق صاحب محاکمہ کا دعویٰ یہ ہے کہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولایت کا آپ کے وصف رسالت سے بھی اعلیٰ مقام ہونا، بیان کرنے کے لئے کلمہ شہادت میں وصف عبودیت نبی کو وصف رسالت پر مقدم فرمایا گیا ہے۔

گزارش یہ ہے کہ: فاضل محقق کو غور وفکر کر لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ و رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افتراء اور بہتان باندھنے کے مرتکب تو نہیں ہو رہے؟

نمبر ۶: صاحب تحقیقات کے کلام کی یہ انوکھی توجیہ ہے کیونکہ صاحب تحقیقات کے نزدیک ولایتِ نبی کا وصفِ رسالت سے اعلیٰ مقام ہونے والا نظریہ ہی باطل ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک قبل از بعثت چالیس سال کے طویل عرصہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہ اعلیٰ مرتبہ اور مقام حاصل نہیں تھا جو بعثت کے بعد حاصل ہوا۔ جبکہ فاضل محقق کا دعویٰ یہ ہے کہ اس عرصہ میں صاحب تحقیقات کے نزدیک نبوت باطنی ثابت و موجود تھی۔ لہذا اس عرصہ کی ولایت، ولایتِ نبوت تھی۔ تو جو نظریہ اور عقیدہ ہی صاحب تحقیقات کے نزدیک باطل ہے اسے ان کا مقصود و مدعیٰ کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے؟

نمبر ۷: حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصف نبوت ورسالت سے متصف ہونے کی حیثیت سے آپ سے شرفِ ملاقات کے سبب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو صحابیت والی عظیم سعادت حاصل ہوئی ہے جس کی وجہ سے وہ نفوس قدسیہ بعد والے اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ سے بھی افضل ہیں۔

تو کیا فاضل محقق کے نزدیک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ولایتِ نبی سے موصوف و متصف ہونے کی حیثیت سے، آپ سے شرفِ ملاقات کے ذریعے حضرات صحابہ

کرام کو شرفِ صحابیت سے بھی کوئی اعلیٰ مقام حاصل تھا؟ کیونکہ فاضل محقق کے نزدیک نبی کی ولایت ان کے وصف رسالت سے بھی اعلیٰ مقام ہے۔

یا فاضل محقق کے نزدیک نبی کے ولایت سے متصف ہونے کی حیثیت سے، اس سے ملاقات، شرفِ صحابیت کا ذریعہ ہے؟

نمبر ۸: اہل جنت کی 120 صفوں میں سے 80 صفیں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کی ہوں گی۔

تو کیا تمام مومنین کے لئے نعمتِ ایمان حضرات انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شانِ نبوت ورسالت کا فیضان ہے یا شانِ ولایت کا؟

نمبر ۹: زبانِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شانِ نبوت ورسالت کی خلافت ونیابت کی عظمت کے بیان سے کتب احادیث مبارکہ کے صفحات چمک رہے ہیں تو کیا یہ احادیث مبارکہ واضح طور پر راہنمائی نہیں فرمارہیں کہ نبی اور رسول کی نبوت ورسالت کو جو فضیلت اور عظمت حاصل ہے دوسرے لوگ اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے؟ کیا شانِ ولایت کی نیابت وخلافت کے بارے میں ایسی احادیث ہیں؟

بفضلہٖ تعالیٰ حقائق مذکورہ کی روشنی میں نبی اور رسول کی ولایت پر ان کے وصف نبوت ورسالت کی افضلیت ہی ثابت ہورہی ہے۔

ضروری تنبیہ:

اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ نبی کی ولایت بھی اتنی عظمت وشان والی ہے کہ غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت اس کے برابر بھی نہیں ہوسکتی۔

لیکن باقی تمام حقائق کو نظر انداز کرتے ہوئے محض بعض صوفیہ کے ایک قول کہ نبی

کی ولایت اس کی نبوت ورسالت سے بھی اعلیٰ مقام ہے، کو یوں بیان کرنا جیسے علمائے اسلام میں یہ ایک اجماعی مسئلہ ہے اور قطعیات اسلام وضروریات دین سے ہے، سراسر دھوکا دہی ہے۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم

تحقیقات کی دوسری عبارت کی توجیہ اور اس کا جواب

فاضل محقق رقمطراز ہیں کہ: اس طرح عبارت کہ: اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آغاز ولادت سے ہی نبی ہوتے یا عالم ارواح والی نبوت دائم ومستمر ہوتی اور آپ کو اس کے احکام مستحضر ہوتے تو علماء کرام کے اذہان میں یہ سوال ہی کیوں پیدا ہوتا کہ آپ کسی شریعت پر عمل پیرا تھے یا نہیں۔

صاحب تحقیقات نے یہ دلیل قیاس استثنائی اتصالی سے چلائی ہے اور یہ دلیل دو قیاسوں پر مشتمل ہے جن کا تالی ایک ہے۔ بندہ ہر دو کی ایسی تقریر کرے گا جس سے عرصہ خاص میں نبوت باطنی کی نفی ثابت نہیں ہوتی البتہ ان دو قیاس استثنائی سے اس عرصہ خاص میں نبوت ظاہرہ یعنی نبوت تشریعی کی نفی ہوتی ہے جس کا خصم بھی منکر نہیں ہے (تا) بندہ کہتا ہے چونکہ قیاس استثنائی اتصالی کی صحت کی مدار ملازمہ پر ہے اور یہ قیاس نتیجہ تب دے گا کہ ملازمہ پایا جائے اور ملازمہ تب بن سکتا ہے کہ مقدم میں نبی سے نبی صاحب شریعت اور نبوت ظاہرہ مراد ہو کیونکہ نبی صاحب شریعت اور نبوت ظاہرہ کو عدم اختلاف ما بین العلماء لازم ہے۔

اب قیاس کی تقریر یہ ہوگی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم آغاز ولادت سے ہی نبی ظاہر اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت ظاہرہ ہوتی تو اختلاف نہ ہوتا لیکن اختلاف تو ہوا ہے لہذا آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت اس عرصہ خاص میں نبوت ظاہرہ نہ تھی (تا) اور اگر مقدم میں نبی مطلق لیا جائے یعنی عام ازیں کہ نبوت ظاہرہ ہو یا نبوت باطنہ تو پھر ملازمہ

درست نہیں ہے (تا) اس لئے بندہ نے ماقبل تصریح کی ہے کہ صاحب تحقیقات نے جتنے دلائل دیئے ہیں وہ اس پر ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم وقت ولادت سے لوگوں کے نزدیک نبی ظاہر نہیں تھے اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت اس عرصہ خاص میں لوگوں پر ظاہر نہیں تھی ان دلیلوں سے نبوت باطنی کی نفی نہیں ہے باوجود اس کے انہوں نے اپنی کتاب میں تصریح کی ہے کہ عالم ارواح والی نبوت سلب نہیں ہوئی تھی اور عرصہ خاص میں نبوت باطنی تھی جیسا کہ پیچھے گزرا۔ یہیں سے بندہ وہم کرتا ہے کہ صاحب تحقیقات کے زعم میں اس کے مخاطبین آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو وقت ولادت سے نبی ظاہر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو اسی وقت سے نبوت ظاہرہ مانتے ہیں اور اعتقاد متکلم کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں اس لئے کہیں تو قصر قلب کا طرز اپنایا ہے جیسے یہ قیاس کہ اگر وقت ولادت سے نبی ہوتے وغیرہ، یا اشتراک کا عقیدہ رکھتے ہیں تو قصر افراد کا طریق اپنایا جیسے تحقیقات میں درج لفظ صرف مومن وغیرہ۔ لیکن یہ مسئلہ اجلی بدیہیات سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے چالیس سال عمر شریف کے وقت اعلان نبوت فرمایا۔ (محاکمہ عطائیہ ص۱۲تا۱۵)

الجواب:

بتوفیق اللہ تعالی اقول: گزارش یہ ہے کہ جب قلم فاضل محقق کے ہاتھ میں ہے جیسی تقریر چاہیں لکھ سکتے ہیں کون منع کر سکتا ہے۔ ورنہ بات تو واضح ہے کہ: جب یہ قیاس استثنائی خیالی ہے جس کی صحت کی مدار ملازمہ پر ہوتی ہے اور صاحب [illegible] ات کے اصل مدعی (ع[illegible] اص میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی [illegible])
کے مطابق ملازمہ نہ پائے جانے کی وجہ سے صاحب تحقیقات کا یہ قیاس صحیح نہیں ہے۔

لیکن فاضل محقق نے محض تحکم اور سینہ زوری سے تحقیقات کی عبارت میں عرصہ خاص

میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی مطلقاً نفی ہے، نبی ظاہر عندالناس ہونے کی نفی مراد ہونے کا دعویٰ کر کے ملازمہ ثابت کرلیا۔

اور اس سینہ زوری کے جواز پر دلیل یہ پیش کی ہے کہ:

اگر مقدم میں نبی مطلق مراد لیا جائے تو ملازمہ درست نہیں ہے۔ جس سے قیاس مذکور کا صحیح نہ ہونا لازم آتا ہے۔

اور اسی ملازمہ کو درست ثابت کرنے کے لئے فاضل محقق نے تحقیقات کے مخالفین کو اس کے سمجھنے میں ناکام قرار دیدیا ہے اور انہیں بتلا رہے ہیں کہ صاحب تحقیقات نے اپنے تمام دلائل سے عرصہ خاص میں صرف نبوت ظاہرہ کی نفی کی ہے اور نبوت باطنی کی نفی نہیں کی۔

اور یہ نہیں سوچا کہ تحقیقات میں صرف یہ ایک قیاس ہی غلط نہیں ہے جسے درست کرنے کی کوشش کرنا ضروری سمجھا ہے بلکہ اس میں تو بے احتیاطی کی انتہاء کردی گئی ہے تو اس قیاس کو درست ثابت کرنے کے لئے حقیقت حال سے بے خبر لوگوں کو دھوکا دینے کی کیا ضرورت ہے۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ صاحب تحقیقات نے جتنے دلائل دیئے ہیں ان سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ عرصہ خاص میں عالم ارواح والی نبوت کا ظہور نہیں تھا۔

اور قبل از بعثت کے عرصہ میں عالم اجسام والی نبوت کا نزول نہیں ہوا تھا۔ جبکہ ان کا اصل مدعیٰ یہ ہے کہ عرصہ خاص میں مطلقاً نبوت نہ تھی جیسا کہ محاکمہ عطائیہ میں عبارت منقولہ (اگر آنحضرت ﷺ آغاز ولادت سے ہی نبی ہوتے۔ تا آخر) سے بھی خوب واضح ہے۔

اور فاضل محقق کو خود اس بات کا اعتراف ہے کہ اگر مقدم میں نبی مطلق مراد لیا جائے تو ملازمہ درست نہیں ہے۔ جبکہ صاحب تحقیقات نے عرصہ خاص میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے کی مطلقاً نفی کی ہے۔

لہذا مقدم اور تالی کے درمیان ملازمہ نہ پائے جانے کی وجہ سے قیاس مذکور ہرگز درست نہیں ہے۔اور یہی حال ان کے باقی دلائل کا ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ صاحب تحقیقات کے دلائل سے ان کا مدعیٰ ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔لیکن فاضل محقق یہ فرمارہے ہیں کہ صاحب تحقیقات نے صرف اس پر دلائل دیئے ہیں کہ عرصۂ خاص میں آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم لوگوں کے نزدیک نبی ظاہر نہیں تھے اور نبوت باطنی کی نفی کرنا ان کا مقصود ہی نہیں ہے باوجود اس کے انہوں نے اپنی کتاب میں تصریح کی ہے کہ عالم ارواح والی نبوت سلب نہیں ہوئی تھی اور عرصہ خاص میں نبوت باطنی تھی۔

اقول، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ،یہ سراسر دھاندلی ہے کیونکہ تحقیقات میں عرصہ خاص میں نبی ظاہر نہ ہونے پر دلائل نہیں دیئے گئے بلکہ اصل مدعی عرصہ خاص میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مطلقاً نبی نہ ہونا ثابت کرنا ہے۔

البتہ یہ علیحدہ بات ہے کہ ان کے دلائل سے ان کا مدعی ثابت نہیں ہوتا۔اور یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ عالم ارواح والی نبوت سلب نہ ہونے والی تصریح اور روشن نص جس کا فاضل محقق نے بار بار حوالہ دیا ہے، یہ تحقیقات کی اشاعت ثانی میں اضافہ کی گئی ہے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں تفصیل گزر چکی ہے۔جبکہ عبارت مذکورہ (اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم آغاز ولادت سے ہی نبی ہوتے ،تا آخر) تحقیقات کی اشاعت اول میں موجود ہے۔جس میں عرصہ خاص میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے اور عالم ارواح والی نبوت کے دائم اور مستمر ہونے کی مطلقاً نفی کی گئی ہے

اور گزشتہ صفحات میں فاضل محقق کی پیش کردہ صریح اور روشن نص کی حقیقت بھی واضح کی جا چکی ہے۔تو عبارت مذکورہ کی توجیہ کے لئے اس نص کو پیش کرنے کا کوئی جواز ہی نہیں ہے

فاضل محقق سے جواب طلب سوال:

نمبرا: یہ ہے کہ جب تک یہ صریح اور روشن نص تحقیقات میں وارد نہ ہوئی تھی اور عرصہ خاص میں مطلقاً نفی نبوت کی تصریحات موجود تھیں۔

اگر اس وقت محاکمہ تحریر کیا جاتا تو وہ کیا ہوتا؟ اس کی وضاحت بھی کر دیں، کیا عرصہ خاص میں مطلقاً نفی نبوت اور انکار نبوت کا حکم لگایا جاتا، یا یہ کہا جاتا کہ چند ماہ بعد ایک صریح اور روشن نص تحقیقات میں اضافہ کی جائے گی لہذا اس کے پیش نظر صاحب تحقیقات کا مقصود اور مدعی صرف نبوت تشریعی کی نفی کرنا ہے؟

نمبر۲: کیا عرصہ خاص میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر شریعت نازل ہونے کا کسی شخص نے دعویٰ کیا تھا اور صاحب تحقیقات نے اس کی تردید میں کتاب لکھی ہے؟

اور فاضل محقق کا یہ دعویٰ کہ صاحب تحقیقات عرصہ خاص میں نبوت باطنی تسلیم کرتے ہیں، اس کی حقیقت گزشتہ صفحات میں واضح کی جا چکی ہے۔

کیا تحقیقات کے مخالفین خلافِ واقع وہم میں مبتلا ہیں؟

فاضل محقق رقمطراز ہیں کہ: یہیں سے بندہ وہم کرتا ہے، تا آخر۔ پوری عبارت قریب ہی گزری ہے دوبارہ ملاحظہ فرمالیں۔

الجواب:

فقیر کا جواب طلب سوال یہ ہے کہ: جب صاحب تحقیقات اعلیٰ درجہ کے ذکی ہیں اور بفضلہ تعالیٰ گزشتہ ساری زندگی میں عقائد اہل سنت کے عظیم ترجمان بھی۔ اور تبحر فاضل اور فصیح و بلیغ بھی ہیں۔ اور بفضلہ تعالیٰ ان کے مخاطبین کا عقیدہ بھی وہی ہے جس کی تبلیغ گزشتہ زندگی میں وہ خود بھی کرتے رہے ہیں۔

تو فاضل محقق بتائیں کہ: اب اچانک کیا ہوا ہے کہ ایسی عبارات لکھ دی ہیں جن سے واضح طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ اپنے مخاطبین کا نظریہ اور عقیدہ سمجھنے میں ہی وہ ناکام رہے ہیں، کہ کبھی قبل از بعثت مقدسہ کے عرصہ میں فرائض نبوت کی ادائیگی کا مکلف ہونے کا نظریہ مخاطبین پر تھوپا اور اس کا رد کرنا شروع کر دیا اور کبھی اشتراک کا نظریہ ان کے کھاتے میں ڈال دیا؟

صاحب محاکمہ کا یہ کہنا کہ: یہیں سے بندہ وہم کرتا ہے، تا آخر۔

گزارش یہ ہے کہ تحقیقات کے مخالفین کو اس کے سمجھنے سے قاصر اور ناکام قرار دینے کی بجائے حقیقت واقعیہ بیان کرنے کی جرأت کر لی جائے اور واضح الفاظ میں بتایا جائے کہ: بندہ وہم نہیں کرتا بلکہ واقعی طور پر صاحب تحقیقات نے سراسر غلط بیانی اور الزام تراشی کی ہے چنانچہ نظریہ والے رسالہ میں تحقیقات کے مخالفین کے کھاتے میں ڈالا ہے کہ وہ قبل از بعثت کے عرصہ میں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک عام مسلمان کی طرح سمجھتے ہیں۔ اور غلط بیانی سے جس نظریہ کو تحقیقات میں نزاعی امر قرار دیا گیا ہے مخاطبین سے کس کا وہ نظریہ نہیں ہے اور اصل مدعی جس کو ثابت کرنے کے لئے ''تحقیقات'' معرض وجود میں آئی ہے اس کے لئے کوئی ایک دلیل بھی پیش نہیں کر سکے۔

گزارش یہ ہے کہ:

جس کتاب میں مسئلہ نبوت، ضروریات دین اور اجماع امت کے ہی خلاف لکھا ہے اور علمائے اعلام پر افتراء اور مضامین میں تضادات وتناقضات وافر تعداد میں موجود ہیں اس میں کونسی فصاحت بھری پڑی ہے کہ ناظرین وقارئین خدامِ دین کو اس کے سمجھنے سے ہی عاجز وقاصر قرار دیا جا رہا ہے اور تاویلات ضعیفہ سے اسے اعلیٰ درجہ کا فصیح کلام ثابت کرنے کے لئے مبلغ علم صرف کیا جا رہا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

عبارت مذکورہ میں دوسرا قیاس اور اس کا جواب

فاضل محقق رقمطراز ہیں کہ: اب اس عبارت میں دوسرا قیاس کہ: اگر عالم ارواح والی نبوت دائم و مستمر ہوتی اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اس کے احکام مستحضر ہوتے تو علماء کرام کے اذہان میں یہ سوال ہی کیوں پیدا ہوتا کہ آپ کسی شریعت پر عمل پیرا تھے یا نہیں۔

اس قیاس میں صاحب تحقیقات اس عرصہ خاص میں عالم ارواح والی نبوت کی ذات کی نفی نہیں کر رہے کیونکہ صفحہ 60 پر ان کی تصریح موجود ہے کہ عالم ارواح والی نبوت سلب نہیں ہوئی تھی۔ ہاں اس عرصہ خاص میں جسمانی اعتبار سے عالم ارواح والی نبوت کے عملی طور پر آثار واحکام کے دوام واستمرار کی نفی کر رہے ہیں کیونکہ تحقیقات کے صفحہ 60 پر لکھتے ہیں (لہذا وہاں جو نبوت بالفعل تھی اور اس کے آثار عملی طور پر ظاہر تھے وہ بشریت کے پردہ اور حجاب کی وجہ سے مغلوب و مستور ہوگئی تھی اور فقط روحانی اور باطنی رہ گئی تھی) (محاکمہ عطائیہ ص ۱۵)

الجواب: گزارش یہ ہے کہ ایسے محاکمہ پر "انا للہ وانا الیہ راجعون" ہی پڑھنا چاہیے

کیا عبارت منقولہ صریحہ میں عالم ارواح والی نبوت کی ذات کی نفی نہیں ہے؟

کیا عبارت مذکورہ کا معنی اور مفہوم یہ ہے کہ: اگر عالم ارواح والی نبوت کے جسمانی اعتبار سے عملی طور پر آثار واحکام دائم اور مستمر ہوتے؟

خصوصاً جب کہ عبارت منقولہ کے معرض وجود میں آنے کے وقت صفحہ 60 والی تصریح کا نام ونشان تک نہ تھا بلکہ چند ماہ بعد دوسرے ایڈیشن میں یہ اضافہ شامل کیا گیا۔ اور اس تصریح کی حقیقی صورت حال کا بیان بھی سپرد قلم کیا جا چکا ہے کیا کوئی صاحب فہم سلیم، بقائی ہوش وحواس اس تحکم اور سینہ زوری کو درست تسلیم کر سکتا ہے؟

کیا عالم ارواح والی نبوت کے آثار واحکام کے دوام واستمرار کا کسی نے دعوی کیا تھا اور

اس کی تردید کے لئے صاحب تحقیقات نے ان آثار واحکام کے دوام واستمرار کی نفی کی ہے؟

خلاصہ تحریر اور اس کا جواب

فاضل محقق رقمطراز ہیں کہ: خلاصہ تحریر یہ ہوا کہ فریق اول یعنی حضرت علامہ محمد اشرف صاحب سیالوی دامت برکاتہم العالیہ جتنے دلائل دیتے ہیں ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس عرصہ خاص میں نبوت ظاہرہ عندالناس نہیں تھی۔اس کو فریق ثانی بھی مانتا ہے اور فریق ثانی نے جو دلائل دیئے ہیں وہ آنخضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت باطنہ کو ثابت کرتے ہیں اور فریق اول بھی اس عرصہ خاص میں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت باطنہ کو مانتا ہے (محاکمہ عطائیہ ص ۱۵۔۱۶)

الجواب بتوفیق اللہ تعالٰی اقول:

فاضل محقق کا یہ کہنا کہ فریق ثانی نے جو دلائل دیئے ہیں وہ آنخضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت باطنہ کو ثابت کرتے ہیں اور فریق اول بھی اس عرصہ خاص میں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت باطنہ کو مانتا ہے۔یعنی فریقین کا نظریہ اور عقیدہ درحقیقت ایک ہی ہے۔

یہ فاضل محقق کی سراسر دھاندلی اور دھوکا دہی ہے۔سیدھی اور صاف بات ہے کہ ایک ہے منصب نبوت اور مرتبہ نبوت، اور ایک ہے منصب نبوت کا ظہور۔

منصب نبوت اور مرتبہ نبوت اللہ تعالٰی نے اپنے کسی عبد مقرب کو جب سے عطا فرمایا ہے تب سے ابد تک دائم و مستمر اور باقی رہے گا۔

اور عالم اجسام میں منصب نبوت کا ظہور (ظہور نبوت) فرائض نبوت کی ادائیگی کے ساتھ ہوتا ہے۔نیز ظہور نبوت کی ایک حد اور نہایت ہوتی ہے۔اس حقیقت واقعیہ کے بیان کے بعد مسئلہ نبوت میں کوئی ابہام ہی نہیں رہتا۔کیونکہ عالم ارواح میں اللہ تعالٰی نے

حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب حقیقتاً اور بالفعل منصب نبوت اور مرتبہ نبوت پر فائز فرمادیا ہے (جیسا کہ صاحب تحقیقات بھی تسلیم کرتے ہیں) تو اس وقت سے ابد تک ایک لحظہ کے لئے بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بالفعل اور حقیقی نبی ہونے کی نفی کرنا شرعاً اور عقلاً باطل ہے۔ لہذا قبل از بعثت کے عرصہ میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالفعل اور حقیقی نبی تھے یعنی خارج میں حقیقتاً منصب نبوت اور مرتبہ نبوت پر فائز تھے نہ کہ صرف علم الٰہی میں نبی تھے۔ البتہ ظہور نبوت یعنی تبلیغ احکام وشرائع وغیرہ دوسری نبوت سے مشرف ہونے اور بعثت مقدسہ کے بعد کے مرحلہ میں ہوا۔

جبکہ تحقیقات میں پیش کئے جانے والے نئے نظریہ اور عقیدہ میں قبل از بعثت کے عرصہ میں آپ ﷺ کے نبی ہونے کی مطلقاً نفی اور انکار کی تصریحات بکثرت موجود ہیں۔

اور محض دھوکا دہی کے لئے عرصہ خاص میں بالفعل اور عملی طور پر منصب نبوت کا مالک ہونے اور فرائض نبوت کی ادائیگی کا مکلف ہونے کو موضوع بحث اور متنازع فیہ امر قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ امر ہرگز نزاعی نہیں ہے۔

اور پھر تحقیقات کے دوسرے ایڈیشن میں عالم ارواح والی نبوت کے سلب نہ ہونے کے بارے میں ایک عبارت کا اضافہ شامل کرلیا، جبکہ دوسرے مقام پر اضافہ میں وضاحت بھی کردی ہے کہ عرصہ خاص میں روحانی اور باطنی استعداد وصلاحیت کا باقی رہنا مراد ہے۔

اور تحقیقات میں بے احتیاطی کا یہ عالم ہے کہ اس میں قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ دین کی مخالفت تک موجود ہے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں کچھ تفصیل گزر چکی ہے۔ اور فقیر راقم الحروف نے ازراہ خیر خواہی تحقیقات میں پیش کردہ بنیادی مغالطات وشبہات کا ازالہ ''نبوتِ مصطفیٰ ﷺ الخ'' میں کردیا ہے۔ اور حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی وحضرت علامہ

تفتازانی رحمہما اللہ تعالیٰ کی عبارات سے دھوکا دہی کا ازالہ اور نظریہ والے رسالہ میں پیش کردہ عقائد باطلہ اور عالم ارواح میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے حقیقتاً مشرف بہ نبوت فرمائے جانے کے انکار میں ایک بندۂ خدا کے پمفلٹ کی تردید "تصریحات" میں کی ہے۔

اور فقیر اس بات کی وضاحت کر دینا چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا قلم پیدا ہی نہیں کیا جو تحقیقات ونظریہ اور ایک بندۂ خدا کے پمفلٹ میں بے احتیاطی کا عین اسلام ہونا ثابت کر سکے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان محققین کو قبول حق کی توفیق عطا فرمائے۔

جبکہ دوسری طرف یہ ہوا ہے کہ کچھ مہربان حقیقی خیر خواہی کی بجائے وقتی وقار کی بحالی کی کوشش میں ہیں اور محض دھوکا دہی کے ذریعہ حقائق چھپا رہے ہیں اور مسئلہ نبوت میں قرآن وحدیث کے خلاف اپنی من مانی اور اختراع کے ذریعہ تحقیقات کا عین اسلام ہونا ثابت کرنے کی کوشش میں ہیں اور حقائق سے بے خبر لوگوں کو دانستہ طور پر ظلم عظیم کی وادی میں دھکیل رہے ہیں

فاضل محقق نے محاکمہ میں متعدد بار یہ دعویٰ کیا ہے کہ فریق اول (صاحب تحقیقات) عرصہ خاص میں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت باطنہ کو مانتا ہے۔

جواب طلب سوال یہ ہے: کیا باطنی نبوت کے نبی سے نبوت کی مطلقاً نفی کرنا اور ان کے نبی ہونے کا دعویٰ ہی نا قابل تسلیم قرار دینا درست ہے؟

کیا جس ہستی کے لئے نبوت باطنہ حقیقتاً ثابت ہو اُسے نبی ماننا جائز نہیں ہوتا؟ تو پھر نبوت باطنہ کی وضاحت تو کریں تا کہ طالب العلم بھی سمجھ سکیں کہ آخر وہ کونسی نبوت ہے جس کے ثابت وموجود ہونے کے باوجود موصوف ذات کے نبی ہونے کا انکار بھی لازم اور ضروری ہوتا ہے؟

اور اس نبوت کو ماننے سے کیا مراد ہے؟

کیا صاحب تحقیقات کے نزدیک عرصہ خاص میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے کا دعویٰ ہی قابل تسلیم نہ ہونا فاضل محقق کے نزدیک باطنی نبوت ثابت وموجود ماننا ہے؟ **لاحول ولا قوۃ الا باللہ**

آخری گزارشات:

قطع نظر اس سے کہ محاکمہ کے لوازمات پورے کیے گئے ہیں یا نہیں۔ فقیر اتحاد واتفاق کی کوشش کی قدر کرتا ہے۔ اور اس محاکمہ کی روشنی میں اختلاف ختم کرنے اور قوم کو افتراق وانتشار سے بچانے کی ایک اچھی تدبیر سامنے آئی ہے۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

جب فاضل محقق صاحب محاکمہ عطائیہ کی تحقیق یہ ہے کہ بندہ نے قبل از بعثت کے عرصہ میں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی نبوت بالفعل اس معنی میں ثابت کی ہے کہ نبوت حقیقتاً ہو خارج میں موجود و متحقق تھی البتہ ظہور نہ تھا۔ اور ان کی نزدیک صاحب تحقیقات کو اس نظریہ سے اختلاف نہیں ہے اور فقیر کے دلائل بھی واقعی طور پر اس معنی میں نبوت بالفعل کے لئے مثبت ہیں جبکہ فاضل محقق کے نزدیک صاحب تحقیقات کے جملہ دلائل وتائیدات نبوت تشریعی کی نفی پر ہیں یعنی آپ عرصہ خاص میں بالفعل اور عملی طور پر نبی نہ تھے فرائض نبوت کی ادائیگی کا مکلف نہ ہونے کی وجہ سے تبلیغ احکام وغیرہ میں مشغول نہ تھے (کیونکہ احکام کے نزول سے پہلے ان کی ادائیگی کا مکلف ہونا عقلاً بھی ناممکن ہے)

تو گزارش یہ ہے کہ جب صاحب تحقیقات کے دلائل جس معنی میں عرصہ خاص میں نبوت بالفعل کی نفی کرتے ہیں پورے عالم میں کوئی شخص بقائمی ہوش وحواس قبل از بعثت کے عرصہ میں اس معنی میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے کا قائل نہیں ہو سکتا تو پھر اس

نظریہ کی تردید کی کیا ضرورت ہے جس کا جہان میں کوئی عقل مند قائل ہو سکتا ہی نہیں؟

جبکہ تحقیقات میں بے احتیاطی بھی انتہاء درجہ کی ہے جس کی تفصیل ''نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الخ'' اور تصریحات میں بیان کی جا چکی ہے۔

اور قبل از بعثت کے عرصہ میں مطلقاً نبوت کے منکرین تو جہان میں موجود ہیں لہٰذا ان کے نظریہ کی تردید کی تو واقعی ضرورت ہے۔

اور فقیر کے بیان کردہ نظریہ سے صاحب تحقیقات کو اختلاف بھی نہیں ہے تو فقیر کی کتاب کی تصدیق وتصویب کر دیں اور تحقیقات ونظریہ ودیگر تحریرات میں عقائد اہل سنت کے خلاف ان سے منسوب ہو کر جو کچھ چھپا ہے اس میں سے جو واقعی ان کی طرف سے ہے تو اس سے رجوع ورنہ براءت کا اظہار اور تحقیقات ونظریہ کی اشاعت پر پابندی کا تحریری اعلان کر دیں کیونکہ ان میں قطعیات اسلام اور ضروریات دین واجماع امت کے خلاف نظریات بھی اسلامی عقائد کے طور پر پیش کیے گئے ہیں۔

اور اگر تحقیقات ونظریہ بھی برقرار رہیں اور اتحاد واتفاق بھی ہو جائے تو یہ بات قطعی طور پر ناممکن ہے۔ اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه . ان ارید الا الاصلاح ما استطعت و ما توفیقی الا باللّٰہ علیه توکلت و الیه انیب والحمد للّٰہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و علی اله و اصحابه اجمعین.

العبد الفقیر الی اللّٰہ الغنی

نذیر احمد السیالوی عفی اللّٰہ عنه و رزقه حسن الخاتمة

1-3-2013ء ١٨-٤-١٤٣٤ھ

ضروری وضاحت

نمبر۱: تصریحات بجواب نظریہ وتحقیقات کے ذریعہ اتمام حجت اور قبول حق کی دعوت، اصل مقصود میں شامل ہے اور صاحب تحقیقات کو اس حقیقت سے آگاہ کرنا بھی مقصود تھا کہ ان کے نام سے منظر عام پر آنے والی بعض کتب میں اہل اسلام کے ساتھ کس قدر بے رحمی کا سلوک کیا جا رہا ہے۔

لیکن تصریحات کی طباعت صاحب تحقیقات کی علالت کے ایام میں ہو سکی اور کچھ ایام کے بعد ان کا انتقال ہو گیا جس کی وجہ سے وہ موقع نہ آسکا کہ کتاب مذکور انہیں بھجوائی جا سکتی۔

نمبر۲: تحقیقات کی حمایت میں ''تشریح تحقیقات'' کے نام سے ایک کتاب دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے اور اس فاضل محقق نے بھی محاکمہ کیا ہے اور اس کے آخر میں ایک فاضل مفتی کا فتویٰ بھی شامل ہے جو کہ دراصل پُر فریب مغالطہ ہے۔ اس محاکمہ اور فتویٰ کی حقیقت بھی یہی ہے جو ''محاکمہ عطائیہ'' کی ہے لیکن چونکہ تشریح تحقیقات کے مصنف نے کچھ دوسری کتب اور تحقیقات کے درمیان محاکمہ کیا ہے اور بندہ کی کتاب ''نبوت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ''، نہیں پڑھی تھی جو کہ کچھ عرصہ پہلے انہیں بھجوادی گئی ہے اور تصریحات بھی بھجوائی جائے گی اور صاحب فتویٰ کو بھی۔

تو ان کو پڑھنے کے بعد بھی اگر اپنے محاکمہ اور فتویٰ پر ڈٹے رہیں گے تو اللہ تعالیٰ نے اگر بندہ کو زندگی اور صحت اور لکھنے کی توفیق بخشی تو ان کے شبہات ومغالطات کے ازالہ کی ضرور کوشش کروں گا ورنہ فقیر کی طرف سے ان محاکمات کا جواب بھی یہی تصور کر لیا جائے

کیونکہ الفاظ کے ہیر پھیر اور غلط بیانی وفریب کاری کی نوعیت میں اختلاف کے سوا ان میں کوئی اہم فرق نہیں ہے۔

اور فقیر کی طرف سے ان تمام محققین کو ظلم عظیم کی حمایت سے رجوع اور قبول حق کی دعوت دی جاتی ہے ورنہ کل قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے حضور کوئی عذر مسموع نہ ہوگا۔

وما علینا الا البلاغ المبین

فقیر نذیر احمد سیالوی عفی عنہ

۱۴۳۴-ے-۲۲ھ 1-6-2013ء

(1) نبوت مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور عقیدہ جمہور اکابر علمائے اُمت

مع

تحقیقات اپنے مندرجات کے آئینہ میں (مطبوعہ)

اس کتاب میں تحقیقات کے شبہات ومغالطات کے قابل تشفی جوابات دیئے گئے ہیں

(2) تصریحات بجواب نظریہ وتحقیقات (مطبوعہ)

یہ کتاب ''نظریہ وتحقیقات'' اور ایک بندۂ خدا کے پمفلٹ: ''اللہ جل جلالہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے نبی یا آخری نبی؟'' کا ردِ بلیغ ہے۔ جس کی افادیت کا اندازہ مطالعہ کرنے کے بعد ہی کیا جاسکتا ہے۔

(3) دیدار الٰہی کی شرعی حیثیت

ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب زیور طباعت سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آرہی ہے۔

اس کتاب میں، حالت بیداری میں بچشم سر دیدار الٰہی کے مدعیان کے شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے اور قرآن وحدیث اور اجماع اُمت سے ثابت کیا گیا ہے کہ دنیوی زندگی میں ایسا دیدار الٰہی (حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پاک کے سوا) کسی کے لیے شرعاً ممکن ہی نہیں ہے چہ جائیکہ واقع ہو۔